جلد(۳) عدد(۳)
رمضان ۱۳۵۲ھ
لد(۳)

۶۸۶

ماہ نامہ

ترجمان القرآن

علوم قرآنی و حقایق فرقانی کا ذخیرہ

مرتبہ

سید ابوالاعلیٰ مودودی

قیمت سالانہ (صہ)   بیرون ہند کے لئے (سے)   قیمت فی پرچہ ۸/
پرچہ ۸/

چند نایاب کتابیں اور ان کی قیمتوں میں حیرت انگیز رعایت

تفسیر القرآن مکمل آٹھ جلدوں میں
آجتک اس سے بہتر تفسیر شائع نہیں ہوئی سینکڑوں محبان وطن و مقتدر علماء سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔ یہ تفسیر نہایت معتبر اور مستند ہے اور اسکی روایات صحیح اور سلف صالحین کے عقیدہ کے موافق ہیں۔ یہ تفسیر اسلام کے عقاید۔ عبادات و معاملات کے مسائل و علم تصوف کا بحر ذخار ہے۔ عاشقان کلام الٰہی کے لئے نایاب تحفہ ہے اصلی قیمت (۲۱) رعایتی (۱۵)

تاریخ اسلام مصنفہ رائیٹ آنریبل سید امیر علی بالقابہ
اس حیثیت کی کوئی کتاب اجتک نہیں چھپی گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا اصلی قیمت (سے) رعایتی (عـہ)

مقدمہ تاریخ ابن خلدون کا ترجمہ اردو
تین جلدوں میں جسے بصرف زر کثیر کارخانہ وطن نے تیار کرایا ہے آجتک کسی شخص کو عبارت کی دقت کی وجہ سے اردو میں ترجمہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی کل اہم اسلامی علوم و فنون اور واقعات شہادت امام حسین پر مدلل بحث کیگئی ہے اصلی قیمت مکمل معہ (رعایتی (صہ)

ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء
مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب کا اردو ترجمہ خلفائے راشدین کی مستند ترین تاریخ اصلی قیمت (سہے) رعایتی قیمت (صہ)

سیرۃ الرسول حصہ اول و دوم
اس میں نسب نامہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و قبیلہ قریش کا نسب قبایل قوم عرب کی مختصر تاریخ قیمت ہر دو حصہ اصلی عہ/ رعایتی عہ

انجیل برناباس
اس مقدس انجیل کا ترجمہ ہے جس کو حاملان دین عیسوی نے عہد تاریک میں بالکل نابود کر دیا تھا کیونکہ اس میں حضرت رسول مقبول کے ظہور کی صحیح خبر موجود ہے (اصلی قیمت عہ/ رعایتی عہ

ترجمہ تفسیر کبیر فاتح العلوم
تفسیر سورۃ الحمد مولفہ امام فخرالدین رازی اسے ابتک اردو کا جامہ پہنانے کی کسی صاحب کو ہمت نہ پڑتی تھی کارخانہ وطن نے اس بھاری کمی کو پورا کر دیا اصلی قیمت (ے) رعایتی عہ

کلید خزاین قرآنی
اس کی مدد سے کسی آیت کا ایک لفظ یا کلمہ یاد ہو تو بلا تامل پوری آیت کا ترجمہ معہ نشان سورت و تعداد آیت ملجاتا ہے مزید براں اس کے ذریعہ یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ فلاں لفظ کتنی مرتبہ اور کس کس سورت میں آیا ہے۔ اصلی قیمت چھ روپے رعایتی صہ

ملنے کا پتہ

محصول بذمہ خریدار

مینیجر کارخانہ وطن لاہور

فہرست مضامین

نمبر شمار		صفحہ
۱	اشارات .... جناب ذوقی شاہ صاحب	۱۳۰
۲	سعد ونحس — مولانا عبداللہ العمادی	۱۴۱
۳	قصۂ حضرت یوسف آثار قدیمہ کی روشنی میں — جناب حکیم عیش امروہوی	۱۵۴
۴	فضائل ومناقب قرآن — مولوی اکرم علی صاحب محمدی	۱۶۲
۵	مسودہ قانون حقوق ازدواج اہل اسلام — مولوی خلیل الرحمان صاحب صدیقی بار ایٹ لا	۱۷۱
۶	بھوپال کا ضابطہ تحفظ حقوق زوجین — منقول	۱۸۳
۷	کلام القرآن .... مولوی ابوالرشید محمد عبداللہ صاحب وکیل ہائیکورٹ ناندیڑ	۱۹۱

۷۸۶

اِشارات

(افسوس ہے کہ اس مرتبہ عین وقت پر جب کہ پرچہ کی طیاری کا زمانہ تھا، میں دردِ شقیقہ میں مبتلا ہوگیا اور آٹھ دس روز تک کسی دماغی محنت کے قابل نہ رہا۔ اس حالت میں اپنے فرائض ادائے بتمام وکمال انجام دینا میرے لیئے مشکل تھا۔ میں جناب ذوقی شاہ صاحب کا احسان مند ہوں کہ انہوں نے میری اعانت فرمائی اور اس پرچہ کے لیئے اشارات تحریر فرما دیئے فجزاہ اللہ عنی خیر الجزاء)

ایڈیٹر

اِنسان ایک چھوٹا سا کارخانہ قائم کرتا ہے تو اس کی سلامتی کے لیے ایک مناسب اسکیم عمل میں لاتا ہے، قواعد و ضوابط کو ترتیب دیتا ہے، تقسیم اوقات اور ترتیب کاروبار کا تعین کرتا ہے، دستور العمل بناتا ہے، اور اپنے فہم و بصیرت کے مطابق ہر قسم کی جزوی و کُلّی ضرورت کو ملحوظ رکھکر ہر قسم کا ضروری سامان پہلے سے فراہم کر رکھتا ہے یا اُس کے لیے کوئی مناسب انتظام اپنے ذہن میں سوچ لیتا ہے۔ مگر انسان بوجہ اپنی ناتجربہ کاری، نادانی، کم علمی، کوتاہ نظری اور دیگر کمزوریوں کے اُن معاملات میں اکثر غلطیاں بھی کرتا ہے۔ ٹھوکریں بھی کھاتا ہے، نقصان بھی اُٹھاتا ہے اور اپنے جدید تجربوں کی بنا پر اپنے کارخانہ کی تنظیم اور اس کے دستور العمل میں وقتاً فوقتاً ترمیم و اصلاح کرتا رہتا ہے۔ مگر ہستیِ مطلق اِن جملہ نقائص سے پاک ہے۔ حق تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے وہ ٹھیک ہوتا ہے، درست ہوتا ہے، اور کسی ترمیم و اصلاح کا محتاج نہیں ہوتا۔ حق تعالیٰ نے بھی اس عظیم الشان کارخانۂ قدرت کے وجود میں لانے یعنی تخلیق کائنات سے قبل ہی سے اپنے

علم ازلی میں کائنات کے تمام جزوی اور کلی امور پر نگاہ ڈالکر ہر چیز کے مناسب حال انتظامات کا تعین فرمالیا ہے۔ ایک ترتیب قرار دے لی ہے۔ قواعد و ضوابط مرتب فرمائیے ہیں۔ کارخانے کے مختلف کُل اور مختلف پرزوں کے لیئے مختلف خدمات کی تخصیص فرما دی ہے۔ اُن کے بگڑنے، ٹوٹنے، زنگ آلود ہونے اور بیکار ہو جانے کی صورت میں اُن کی مرمت، اصلاح اور درستی کی تدابیر کا بھی تعین فرما رکھا ہے۔ حضرتِ انسان کو اُس کارخانۂ عظیم کی افسری، ہتممی، مینیجری، انجنیری کے لیئے مختص فرما دیا ہے اور اُس کے سپرد یہ خدمت کر رکھی ہے کہ وہ اپنے مالک کی مرضی کے مطابق اس کارخانہ کو چلائے۔ یہ خدمت کوئی ایسی ویسی خدمت نہ تھی جسے ہر کس و ناکس بلاکسی تیاری کے بہ آسانی انجام دے سکے۔ بہت نازک اور بڑی ذمہ داری کی خدمت تھی۔ اِس خدمت کی انجام دہی کے لیے خاص قسم کی قابلیت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ انسان میں وہ قابلیت پیدا کرنے کیلیئے جن جن باتوں کی ضرورت تھی اُن کا بھی پورا پورا انتظام فرمادیا گیا یہ حقیقتاً حق تعالیٰ کا اپنے بندے پر بہت بڑا احسان تھا کہ وہ اوسے عدم سے وجود میں لایا۔ اُسے بہت بڑا مرتبہ عنایت فرمایا یعنی اس زمین پر اُسے اپنا نائب، اپنا خلیفہ اپنا وائسرائے بنایا۔ حق نیابت ادا کرنے کی قابلیت اپنے میں پیدا کرنے کی اُسے صلاحیت بخشی۔ اوس صلاحیت کو ترقی دینے کی اُسے راہیں سوجھائیں، اُس میں خرابیاں واقع ہو جائیں تو اونہیں دور کرنے کی تدبیریں بتائیں۔ اور اُس کے لیے ایک ایسا دستور العمل مرتب فرما دیا کہ صحیح طور پر پابندی کے ساتھ اُس پر عمل کرنے سے انسان اِس جہان میں بھی سرفرازی حاصل کر سکتا ہے اور اُس جہان میں بھی۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ اپنے مالک، اپنے خالق، اپنے پروردگار اپنے اللہ کی خوشنودی بھی حاصل کر سکتا ہے۔ یہ دستور العمل چونکہ حق تعالیٰ کا مقرر کردہ ہے اس لیئے ہر قسم کی غلطیوں اور لغزشوں سے پاک ہے اور اس سے مستغنی ہے کہ تجربہائے مابعد کی روشنی میں اس میں کسی ترمیم یا تغیر و تبدل یا اصلاح کی گنجائش پیدا ہو۔ ایسا عجیب و غریب اور اتنا عظیم الشان دستور العمل نازل فرماتے وقت حق تعالیٰ کی توجہ خاص اور نظر شفقت، اپنے بندوں کی جانب ہوئی اور

اِس رحمت خاص کے مبذول ہونے کا وقت نہایت برکت والا قرار پایا اور اس شفقت و رحمت و برکت کی شکر گذاری بندوں پر لازم ہوگئی۔ وہ واجب التعمیل دستور العمل قرآن پاک ہے اور وہ با برکت وقت جبکہ حق تعالٰی کی شفقت رحمت اور محبت کی نظر اپنے بندوں پر پڑی ماہ رمضان ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ

(۲ : ۲۳)

آیت مندرجۂ بالا میں ایک تو یہ بات بتلائی گئی ہے کہ قرآن هُدًى لِّلنَّاس ہے سب کے لیئے ہدایت ہے۔ نئی دنیا کے رہنے والے ہوں یا پرانی دنیا کے، ترکی ہوں یا تاتاری، زنگی ہوں یا فرنگی، چینی ہوں یا عرب، ایشیا والے ہوں یا یورپ والے، تعلیم قدیم کے پختہ مغز ہوں یا تعلیم جدید کے جدت پسند، فلسفی ہوں یا سائنس داں، قرآن سب کے لیے ہدایت ہے اور اس قرآن میں سب کے لیئے حق و باطل میں امتیاز کرنے کی بہت ہی نمایاں روشنی موجود ہے۔ دوسری بات اس آیت میں یہ بتلائی گئی ہے کہ اس کا نزول ماہ رمضان میں ہوا۔ احادیث میں اس کی صراحت کردی گئی ہے کہ پورا قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر بجملۃٍ واحدۃٍ ماہِ رمضان میں نازل ہوا پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا ۲۳ سال تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتا رہا یہاں تک کہ اس مدت میں وہ پورا نازل ہوگیا۔ لوحِ محفوظ کی حقیقت اور آسمان دنیا کی حقیقت اور قرآن کے لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر جملۃ واحدۃ نازل ہونے کی حقیقت سے اس وقت بحث نہیں نہ اس بحث کا یہ موقعہ ہے۔ یہاں تو بحث اس امر سے ہے کہ ماہ رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں حق تعالٰی کی نظر عنایت اپنے بندوں پر خاص طور سے مبذول ہوئی اور اس نظر عنایت کے نتیجہ میں بنی نوع انسان کے ہاتھ ایک عظیم الشان دولت آگئی جس سے سرفرازی دارین اور رضائے الٰہی خریدی جاسکتی ہیں۔

تعین ماہ کے ساتھ تخصیص وقت بھی فرما دی گئی ہے۔ قرآن مجید ہی میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ ماہ رمضان کے کس حصہ میں نزول قرآن واقع ہوا اور وہ وقت کیسا برکت والا ہے اور ہر سال جب وہ وقت آتا ہے تو اُس میں کیا کچھ ہوا کرتا ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ○ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ○ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ○ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ○ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○

بنی نوع انسان کے لیے یہ عجیب وغریب دستور العمل، حاکم حقیقی کا اپنے محکوموں کے نام یہ فرمان شاہی، عاشقان الٰہی کے جلے بھنے دلوں کو ٹھنڈک پہنچانے والا یہ نامۂ محبوب، اُس بارگاہِ وراء الوراء سے اُن ہی کے پہنائے ہوئے الفاظ کے لباس میں آراستہ ہوکر لیلۃ القدر میں نازل ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ **ہم نے** اسے نازل کیا۔ قربان آپ پر اور آپ کے نازل فرمائے ہوئے پیام حیات پرور پر۔ کس آن بان سے پیام آتا ہے اور کس آن بان سے اُس کے آنے کی خبر دی جاتی ہے کہ **ہم نے** اسے لیلۃ القدر میں نازل فرمایا اور جانتے بھی ہو کہ لیلۃ القدر کس قدر قیمت کی شب ہے جس میں ہم نے تمہیں اپنی ایک اداۓ خاص سے دیکھا یہ ایسی برگزیدہ اور بابرکت شب ہے کہ ہر سال جب یہ آتی ہے تو ہماری جانب متوجہ ہونے والوں کی اس ایک شب کی عبادت سے اُنہیں اس قدر عظیم الشان فائدہ پہنچتا ہے کہ ایک ہزار مہینوں تک متواتر عبادت کرتے رہنے سے بھی اتنا فائدہ حاصل نہ ہوتا۔ یہ شاعری نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کا فرمودہ ہے۔

خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ کلماتِ الٰہی ہیں۔ ذرا حساب لگا کر دیکھئے تو معلوم ہو جائیگا کہ ایک ہزار مہینوں کے تراسی سال چار مہینے ہوئے یعنی اگر کوئی عابد و زاہد و متقی و پرہیزگار شخص تراسی

سال چار مہینے مسلسل عبادت کرتا رہے تو اُسے اوتنا فائدہ نہ پہنچیگا جتنا کہ لیلۃ القدر کے شب بیدار کو اس ایک شب کی عبادت سے فائدہ پہنچانے کا حق تعالےٰ نے خود وعدہ فرمالیا ہے۔

دنیا کی حکومتوں کی طرح حکومتِ الٰہی میں بجٹ کی کمی پوری کرنے اور آمدو خرچ کے دونوں پلڑوں کو برابر رکھنے کے لیے تخفیف عمل میں نہیں آتی۔ ملازموں کی تنخواہیں کم نہیں کی جاتیں۔ اونہیں بلاوجہ برخاست نہیں کیا جاتا قبل از وقت پنشن دیکر نکالا نہیں جاتا۔ عہدہ داروں کے الاونس بند نہیں کئے جاتے۔ اُس کی بارگاہ میں نہ کسی نعمت کی کمی ہے نہ بخل کو دخل ہے۔ اُس کی فیاضی کی کوئی انتہا نہیں۔ اُس کی رحمت کی وسعت لامحدود ہے۔ وہ دیتا ہے تو واپس نہیں لیتا۔ بخشش شروع کرتا ہے تو ہاتھ نہیں روکتا۔ نوازشات و عنایات کا سلسلہ جاری فرماتا ہے تو اُسے بند کرنے کا پھر نام نہیں لیتا۔ قرآن کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل فرماتے وقت اُس کی نظر لطف جو بندوں پر مبذول رہتی تھی وہ ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ ہر سال جب یہ برکت والی شب آتی ہے تو نزول رحمت الٰہی میں پھر وہی شان پیدا ہو جاتی ہے اور یہ شان ایسی عجیب و غریب ہوتی ہے کہ اس کی سیر کے لیے جبرئیل علیہ السلام اور دیگر ملائکہ بھی اس زمین پر نزول کرتے ہیں۔ اور یہ نزول کوئی چوری چھپے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فیاضیاں اُس شب میں اس قدر زوروں پر ہوتی ہیں کہ خود اُسے بھی بھلی معلوم ہوتی ہیں چنانچہ وہ جبرئیل اور ملائکہ کو حکم دیتا ہے کہ جاؤ تم بھی زمین پر جاکر دیکھو کہ میرے بندے میری یاد میں کیسے مصروف ہیں، اور میں اون پر کیسی کیسی رحمتیں اور کیسے کیسے انعامات برسا رہا ہوں بلکہ تم چونکہ میری بارگاہ سے میرے بندوں کے پاس جا رہے ہو اس لیے تم بھی وہاں خالی ہاتھ نہ جاؤ بلکہ میری جانب سے میرے بندوں کے لیے سلامتی کا تحفہ لیکر جاؤ۔ چنانچہ اس شب میں ذاکرین و عابدین کے لیے سلامتی برستی ہے۔ اُن کی عبادتیں بھی مقبول ہوتی

ہیں۔ اون کی دعائیں بھی مقبول ہوجاتی ہیں اور وہ خود بھی مقبول ہوجاتے ہیں اور یہ سب کچھ طلوع فجر تک ہوتا رہتا ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمادیا کہ قرآن ماہ رمضان میں نازل ہوا۔ دوسرے موقعہ پہ یہ بھی فرمادیا کہ لیلۃ القدر میں نازل ہوا جس سے یہ نتیجہ نکالنا تو آسان ہوگیا کہ لیلۃ القدر یقیناً ماہ رمضان ہی میں واقع ہوتی ہے۔ مگر یہ نہ ارشاد فرمایا کہ رمضان کی کونسی شب لیلۃ القدر ہے۔ احادیث صحیحہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ اس مبارک شب کو رمضان کے آخری دہے کی طاق شبوں میں مخفی رکھا گیا ہے۔ اس اخفا میں بھی بڑی مصلحت ہے۔ لیلۃ القدر کے اس طرح مخفی فرمادینے میں حق تعالیٰ کا یہ منشا ہے کہ اس شب کی تلاش میں لوگ کئی شب جاگیں۔ یہ اخفا گویا دعوت ہے متعدد شبوں میں جاگنے اور مصروف عبادت رہنے کی۔ لیلۃ القدر میں بندوں پر اس قدر عظیم الشان اور اتنے عجیب و غریب قسم کا انعام ہوتا ہے کہ جیسا اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام اور دوسرے فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ وہ جاکر اس کی سیر کریں۔ فرشتے تو اپنی ملکوتی بصیرت سے اس سیر کا کافی طور پر لطف حاصل کرسکتے ہیں۔ مگر انسان جو کہ کثافت کا پتلا اور ماسوائے اللہ میں جکڑا ہوا ہے اپنی کثافت جسمانی اور غیر اللہ میں انہماک کی تاریکی اور مادی نظر کے غلبہ کی نحوست سے کیونکر اون انعامات لطیفہ کا لطف حاصل کرسکتا ہے۔ کیسی تماشے کی بات ہوگی اگر فرشتے تو انسان پر نوازشات کی بارش کی سیر کریں اور خود انسان جس پر وہ بارش ہو رہی ہے نوازشات کے لطف ادراک سے محروم رہے۔ اس لیے ضرورت ہوئی کہ لیلۃ القدر کے وقوع کے چند روز قبل سے انسان میں وہ تغیرات روحانی پیدا کیے جائیں جن سے انسان کی ملکوتیت تیز ہوجائے۔ چنانچہ اوسے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ماہ رمضان کا چاند دیکھتے ہی سال کے بارہ مہینوں میں صرف ایک مہینے کے لئے تو ملائکہ سے حتی الوسع تشابہت پیدا کرے۔ اخلاق ذمیمہ سے معمول سے زیادہ اجتناب کرے۔ معصیت سے ہمیشہ سے زیادہ کنارہ کش رہے۔ جھوٹ نہ بولے

غیبت نہ کرے۔ لہو ولعب سے پرہیز کرے۔ فضول اور بیہودہ چیزوں سے اجتناب کرے دل کو ماسوی اللہ سے ہٹائے۔ دن میں روزے رکھے رات میں جاگے اور اللہ کو بہت یاد کرے۔ دن میں کلام الہی کی تلاوت اور رات میں اس کی سماعت سے اپنے قلب کو اللہ کے رنگ میں رنگے۔ توبہ و استغفار سے تزکیۂ نفس پر زور دے۔ ماسوائے اللہ سے آنکھیں بند کرکے کلمۂ طیبہ کی کثرت اور حق تعالیٰ کے اسماء تنزیہی و تقدیسی کے مراقبات سے عالم قدس سے اپنی مناسبت کو کئی دن پہلے سے بڑھانا شروع کردے اور لیلۃ القدر کو مختلف شبوں میں ٹٹولتا رہے تاکہ جب لیلۃ القدر آئے تو اس مبارک شب کی دلچسپیوں سے محظوظ ہونے کی اپنے میں صلاحیت پائے اور اللہ کے انعام کی قدر کرسکے اور اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

انسان اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب صنعت کا تنہا نمونہ ہے۔ وہ جامع اضداد ہے۔ اس میں علویت بھی ہے اور سفلیت بھی۔ وہ ملکوتیت اور بہیمیت سے مرکب ہے۔ روح اور جسم کا مجموعہ ہے۔ اس کی ترقی کا دار و مدار اس پر ہے کہ اس کی ہر صفت کو صحیح طور پر نشو و نما دی جائے۔ اس کے اجزائے ترکیبی کا ہر جز ترقی کرے۔ اور اس کے مختلف الخاصیت اجزا میں ایک تناسب اور اعتدال قائم رہے۔ بدن انسانی عالم اجسام کی چیز ہے اور اپنے قیام کے لیے غذائے جسمانی اور دیگر ضروریات دنیوی کا محتاج ہے۔ روح عالم ملکوت کی چیز ہے اور اپنی ترقی او سرسبزی کے لیئے غذائے ملکوتی کی محتاج ہے جو لوگ ایک ہی جانب متوجہ رہتے ہیں اور دوسری جانب سے تغافت برتتے ہیں وہ انسانیت کا حق ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں اور حق تعالیٰ کی جانب سے جس خدمت پر اس دنیا میں مامور کیئے گئے ہیں اس کے انجام دینے کی قدرت اپنے میں نہیں پاتے۔ اس لیئے ان کی اس دنیا کی زندگی بھی ناکام زندگی ہوتی ہے۔ دنیا میں آکر دنیا کی نجاستوں سے محفوظ رہنا ہر کس و ناکس کے لیے آسان بات نہیں۔ چنانچہ فطرت انسانی کی اس کمزوری کو

نظر ڈاکٹر طبیب حقیقی نے طب الٰہی میں سال کا بارھواں حصہ وہ اقل مدت قرار دیا ہے جس میں خواہشات نفسانی اور لذات جسمانی کی جانب فطرتاً مائل ہونے والا انسان کم از کم اس مدت میں یعنی سال میں ایک مہینہ تو روح کو اوس کی مطلوب اور مرغوب غذا پہنچانے میں منہمک رہے تاکہ حق انسانیت بھی کچھ پورا ہو اور نرے جانوروں ہی میں اس کا شمار نہ ہونے لگے۔ یاد رکھیئے کہ قرآن اور وہ برکتیں جو لیلۃ القدر میں نازل ہوتی ہیں انسانوں ہی کے لئے مختص ہیں۔ جانوروں کے لیے ان میں کوئی حصہ نہیں۔

روح چونکہ عالم لطیف یعنی عالم ملکوت کی چیز ہے جب اس عالم کثیف یعنی دنیا میں آتی ہے تو بوجہ ملکوتیت کے اُس پر ایک حُزن طاری ہوتا ہے اور اس خاصیتِ غم کا غلبہ روح پر موت کے وقت تک مسلط رہتا ہے۔ یہی سبب ہے جو انسان پر خوشی کا اثر بالعموم دیرپا نہیں ہوتا حالانکہ حزن و ملال کے آثار اُس پر نسبتاً دیر تک قائم رہتے ہیں اور اُسے افسردہ اور شکستہ خاطر رکھتے ہیں۔ چنانچہ روح کو اس دنیا میں جس قدر خواہشات دنیا سے پاک کیا جائیگا اوسی قدر ملکوتیت کی شگفتگی اُس میں ترقی کریگی۔ اور انسان جس اصل کا ذرہ ہے اوس اصل کے ساتھ تعلق میں زیادتی محسوس کریگا۔ بخلاف اس کے طالب دنیا اور خواہشاتِ نفس کے پورا کرنے میں جو شخص جس قدر زیادہ انہماک رکھیگا وہ اوسی قدر زیادہ اپنی روح پر بارِ غم محسوس کریگا۔ خواہشات دنیا سے بے تعلقی پیدا کرنے اور مقتضیاتِ بشری کو روکنے کی مشق بہم پہنچانے کے لیے جملہ اقسامِ عبادات میں روزہ موثر ترین عبادت ہے۔ روزہ میں موت کی چاشنی کا لطف آجاتا ہے موت کے بعد انسان کو ترک لذات پر مجبور رہنا پڑیگا۔ خواہشات نفس کے پورا کرنے پر اوسے قدرت نہ ہوگی روزہ میں باوجود قدرت و اختیار کے برقرار رہنے کے انسان اپنی خوشی سے یہ ترک و اجتناب اپنے اوپر نافذ کرکے عالم بالا سے ایک مناسبت پیدا کرتا ہے اور صمدیت کی انعکاسی صفات سے کچھ عرصہ کے لیے موصوف ہو کر حق سبحانہٗ تعالیٰ کے آثار کا اپنے میں مشاہدہ کرتا ہے۔ بشری خواہشوں سے جدا ہوتا ہے

اور خدا کی ذات کی حقیقتوں تک پہنچنے کے لیے اپنے میں ایک جنبش پاتا ہے۔

روزہ انسان کو اوس کی اگلی پچھلی حالت کے متعلق بھی نشان دہی کرتا رہتا ہے جسم میں آنے سے قبل روح میں کسی قسم کی خواہش نہ تھی۔ جسم سے نکل جانے کے بعد بھی اُس میں کوئی خواہش نہ رہیگی۔ جسم میں آکر البتہ اُسے خواہشات کی چاٹ پڑ جاتی ہے جب وہ جسم سے نکلتی ہے تو ہمنشینیٔ جسم کے زمانہ میں جن خواہشات کی وہ عادی ہو چکی ہے اُن کے اثرات اُس میں کچھ عرصہ تک باقی رہتے ہیں جو اُس وقت روح کے لیے نہایت درجہ تکلیف دہ ثابت ہوتے ہیں۔ روزہ میں چونکہ خواہشات کو عارضی طور پر روکا جاتا ہے اس بات پر غور کرنے کا موقعہ ملتا ہے کہ ہم کسی زمانہ میں ایسے تھے کہ کسی قسم کی خواہش نہ رکھتے تھے اور کسی زمانہ میں ایسے ہو جائیں گے کہ کسی خواہش کی ضرورت ہی نہ رہیگی۔ اِن امور پر غور کرنے سے خواہشات کی بے وقعتی اور ان کا تکلیف دہ ہونا آشکارا ہو جاتا ہے۔

روزہ ایک روحانی مسہل ہے۔ ایک باطنی غسل ہے جو سال بھر کی بے اعتدالیوں کے مضر اثرات کو زائل کر دیتا ہے اور انسان کو کثافت آمیز ناسوتیوں کی صف سے نکال کر تھوڑی دیر کے لیے ملکوتیوں کی صف میں شامل کر دیتا ہے۔ روزہ کی حالت میں بندہ کو فرشتوں سے ایک مماثلت پیدا ہو جاتی ہے۔ فرشتے کچھ کھاتے نہیں۔ پیتے نہیں۔ ہر وقت خدا کی عبادت اور فرماں برداری میں منہمک رہتے ہیں۔ روزہ کی حالت میں بندہ بھی کچھ کھاتا پیتا نہیں اور خدا ہی کی عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ صرف کھانے پینے کا ترک کر دینا اور خدا کی عبادت میں مشغول نہ ہونا روزہ کے حقیقی مفاد سے انسان کو محروم رکھتا ہے۔ غیر اللہ میں انہماک اور کذب و غیبت اور لہو و لعب اور دیگر بیہودگیوں میں مبتلا رہنا گویا روزہ کے ساتھ تمسخر کرنا ہے۔ ایسا بے ثمر روزہ رکھنا حقیقتاً روزہ نہیں ہے بلکہ فاقہ ہے۔ خواجہ فرید الدین

عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

روزہ حفظ دل است از خطرات
بعد ازاں از مشاہدہ افطار

روزہ کے روحانی اور حقیقی فوائد کے متعلق تو اشارات مندرجۂ بالا میں کسی نہ کسی حد تک روشنی ڈالدی گئی ہے مگر آج کی صحبت برخاست ہونے سے قبل میں دو دو باتیں اُن حضرات سے بھی کرلینا چاہتا ہوں جو نئی روشنی کے دلدادہ اور تحقیقات جدید پر فریفتہ ہیں اور اسلام کی ہر بات کو اپنی ہی عینک سے دیکھنے اور دکھانے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ یہ دنیا بھی عشاق کا اکھاڑہ ہے۔ یہاں ہر شخص کسی نہ کسی لیلیٰ کا متوالا ہے جو لیلائے جسم پر عاشق ہیں اُونہیں آج کل کی مہذب زبان میں پالیٹکس کا مجنون کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ کے پالیٹکس کو صرف جسم ہی سے سروکار ہے۔ پولیٹکل لیلیٰ کے دیوانے ہر چیز کو اپنی ہی عینک سے دیکھتے ہیں، اپنے ہی مطلوب تک رسائی کا اُسے ذریعہ سمجھتے ہیں اور اس سے تجاوز کرنا اپنی مصلحت کے خلاف خیال کرتے ہیں۔ ہر مفید چیز میں اُن کی نظر پولیٹکل یا جسمانی مفاد ہی میں اٹک کر رہ جاتی ہے اور ہر مُضر چیز میں اونہیں صرف پولیٹکل یا جسمانی مضرت ہی کھٹکتی رہتی ہے۔ **نماز** میں اُن کے نزدیک صرف یہی خوبی ہے کہ اس کی بدولت محلہ کے مسلمان دن میں پانچ بار اکٹھے ہوجاتے ہیں جس سے اُنہیں تبادلۂ خیالات اور قومی معاملات میں مشاورت اور مشارکت کا بہت اچھا موقعہ ہاتھ آسکتا ہے۔ **جمعہ کی نماز** کے طفیل شہر کے مسلمانوں کی ہفتہ وار کانفرنس ہوجاتی ہے **عیدین** کے موقعوں پر گردو نواح کے مواضعات کے مسلمان بھی کانفرنس میں آکر شامل ہوجاتے ہیں۔ **زکواۃ** سے پبلک یا قومی فنڈ کو تقویت پہنچتی ہے۔ **حج** کا فلسفہ اُن کے نزدیک بس اسی قدر ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی ایک عظیم الشان سالانہ کانفرنس منعقد ہوجاتی ہے جس میں ملکی اور ملی مصالح کی گُتھیاں مشورہ باہمی سے سلجھا لینے کا نہایت اچھا

موقع ہے۔ روزہ سے انہیں اس لیئے اتفاق ہے کہ اُس کے ذریعہ اُن کی صحت جسمانی کو فائدہ پہنچتا ہے بھوکوں کی تکلیف کا ذاتی احساس لوگوں میں پیدا ہوتا ہے، اور کسی آڑے وقت ضرورت پیش آجائے تو بھوک پیاس کی حالت میں بھی قومی مفاد کے امور میں عملی حصہ لینے کی عوام کو مشق بہم پہنچتی رہتی ہے۔ اگر وہ یہ کہیں کہ منجملہ دیگر بڑے بڑے فوائد کے یہ بھی ایک فائدہ ہے جو جسم سے متعلق ہے تو ہمیں اُن کی بات کے مان لینے میں ممکن ہے کہ کوئی عذر نہ ہو۔ لیکن جب وہ اپنی ہی لیلیٰ کے گرد طواف کیے جاتے ہیں اور دیگر اہم تر مصلحتوں کی نفی کر کے اِن ارکان مذہبی کی صرف پولٹیکل مصلحتوں ہی کے پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں اور اپنی ہی بات پر اڑے رہتے ہیں تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

وہ بیچارے اپنی حدِ بصر سے آگے بڑھنے سے مجبور ہیں۔ اُن کی لیلیٰ کا ان پر پورا تسلط ہو گیا ہے اور دنیا کی ہر چیز انہیں صرف ان کی لیلیٰ ہی کی جانب رہنمائی کرتی دکھائی دیتی ہے۔ چادر کے کونے میں موتی باندھ کر ایک گنوار سے پوچھا گیا کہ بتاؤ اس چادر میں کیا بندھا ہے؟ اُس نے ٹٹول کر جواب دیا کہ چنے بندھے ہیں۔ وہ گنوار بیچارہ اس جواب پر مجبور تھا۔ اُس کی نگاہ چنوں سے آگے جا ہی نہ سکتی تھی۔ موتیوں کا وجود اس کے نزدیک عدم ہے۔

اعتذار

میری ناسازی مزاج کا سلسلہ پوری طرح ختم بھی نہ ہونے پایا تھا کہ یکایک ایک رفیق کار کے نقض عہد نے ایسے حالات پیدا کر دئے جن سے ترجمان القرآن کی زندگی خطرے میں پڑ گئی اور اس ناخوشگوار قضیہ نے پورا ایک ہفتہ ضائع کر دیا اسی وجہ سے یہ پرچہ بہت تاخیر کے ساتھ شائع ہو رہا ہے بس شکر گزار ہونگا اگر ناظرین کرام اس عذر کو قبول فرمائیں گے۔ الحمد للہ کہ اب خطرات دور ہو گئے ہیں اور پرچہ محفوظ ہو چکا ہے

ابو الاعلیٰ

سعد و نحس

از

مولانا عبداللہ العمادی

(۱)

کلام عرب میں "سعد" سے یمن و برکت اور "نحس" سے اس کا جانب مقابل مراد لیتے ہیں اسی طرح "نحوست" کی نقیض "سعوت" ہے "سعادت" نہیں ہے، محاورہ میں "سعادت" کے مخالف شقاوت" ہے، سعادت کے ساتھ نحوست نہ کہینگے، سعوت کہینگے۔

"سعد" اُس پانی کو بھی کہتے ہیں جو آب پاشی کے وقت نالیوں کے باہر بہنے لگتا ہے، جاہلیت میں اس کا آبیانہ بھی دینا پڑتا تھا اسلام نے ممانعت کر دی، حدیث میں ہے:۔

کُنّا نکری الارض بما علی السواقی وما سعد من الماء فیہا فنہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک۔

ایک طریقہ سعد کرنے کا بھی تھا جسے "اسعاد" کہتے تھے، کوئی مرجاتا تو گھر والیوں کے ساتھ نوحہ کرنے کے لیے ہمسائیاں آتیں اور بین میں شریک ہو جاتیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی منع فرمایا کہ لا اسعاد ولا عُقر فی الاسلام

دس کواکب قمر بھی ہیں جنہیں "سعد" کہتے تھے۔

"سعد" کے ایک معنی کلام اللہ میں بھی ہیں:۔ وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا۔ الایہ (یعنی وہ لوگ جو سعد ہوئے) مطلب یہ ہے کہ توفیق الٰہی نے جن کی اعانت کی۔

"نحس" کے معنی بھی ملاحظہ ہوں۔

کسی اچھی چیز کا کسی پر برا اثر پڑتا تو اس کو "نحس" کہتے۔

ابلغ جذاما ولخما ان اخوتهم
طیا وبهراء قوم نصرهم نحس

گرد و غبار پر بھی نحس کا اطلاق ہوتا۔

اذا هاج نحس ذو عثانين والتقت
سبارِيتُ اَغفالٍ بها الآلُ يمصح

تند و تیز ہوا بھی "نحس" تھی

وفی شمولٍ عُرّضت للنحس

شدید سردی کا نام بھی "نحس" تھا

کأن مُدامةً عُرِضت لنحس
يحيل شفيفها الماء الزلالا

۲

جن بے عقلی کی باتوں کو وقتاً فوقتاً مذاہب کے دامن میں پناہ ملتی رہی ہے اور دوست نما دشمنوں کی عنایت سے اسلامی شائستگی پر حملہ کرنے کے لیے جو اسلحہ فراہم کیے گئے۔ انھیں میں سعد و نحس کا ایک مسالہ بھی ہے۔ شریف گھرانوں میں سعد و نحس کا جس قدر لحاظ ہوتا ہے اور عورتیں اور ان کے ماتحت مرد جس طرح اس ضابطہ کی پابندی فرض سمجھتے ہیں وہ کوئی ایسی معمولی بات نہیں ہے جس کے نتائج نظر انداز ہو سکیں شادی کے لیے سبھ لگن کی تلاش ہوتی ہے۔ نیک گھڑی دیکھی جاتی ہے۔ زائچہ ولادت (جنم پترا) کے حساب سے دولہا دولہن کے مزاج کے موافق پنڈت جی اچھی ساعت بچار تے ہیں۔ جناب قبلہ و کعبہ

ایام سعد و نحس کی گھڑیاں اور تاریخیں ملاحظہ فرماتے ہیں - دیکھنا کہیں قمر در عقرب نہ ہو ورنہ غضب ہی آجائے گا - سفر میں نکلنا ہو تو سمت سفر کی اچھی طرح تحقیق کر لو - راستے میں رجال الغیب تو نہیں پڑتے - اگلی اور پچھلی اور بائیں کے گوشے دیکھ لینے چاہئیں - راہ میں کسی جگہ پاتراب رکھوا دو - پھر دوسرے دن سفر کو نکلو - نئے کپڑے بنوانے - بچہ کا دودھ چھڑانے عقیقہ کرنے - مکتب میں بٹھانے مکان کی نیو ڈالنے - شادی بیاہ رخصتی - غرض کہ دنیا کا کوئی ایسا کام دھندا نہیں ہے جس میں کسی قسم کی اہمیت ہو اور پھر اس کے لیے دن - تاریخ - گھڑی نہ دیکھی جائے اور سعد و نحس کی تحقیق نہ ہو - یہ رواج اس قدر عام ہے - کہ جنتریوں میں اس کے لیے خاص جدولیں ہوتی ہیں اور وہی تقویمیں نامی و علمی سمجھی جاتی ہیں جن میں سال بھر کے پچھتر اور لگن کا پورا پورا احساب ہو - ناممکن ہے کہ قمر در عقرب یا چاند گرہن اور سورج گرہن میں کوئی تقریب ہونے پائے - ہالی کا دنبالہ (ہالی کومٹ) نمایاں ہوا اور گھروں میں نحوست کی جھاڑو پھر گئی - ملک بھر میں ڈر کے مارے تمام تقریبیں بند ہو گئیں کہ نہ معلوم کیا نحوست پھیلے اور دم دار تارے کی شومی کیا رنگ دکھلائے - ادبیات کے ذریعہ سے ان خیالات کی توسیع میں اور بھی مدد ملی اور گو پہلے یہ باتیں محض ایک انوکھی بات سمجھ کر نظم ہوتی تھیں مگر حقیقی اسلامی تعلیم کی روشنی جس قدر کم ہوتی گئی اور تاریکی میں اضافہ ہوتا رہا - اسی قدر عام رائے میں یہ توہمات راسخ ہوتے گئے اور اب تو بالکل محال ہے کہ نحوس تاریخ میں کوئی نیک تقریب ہو سکے یہ باتیں عام عقائد میں داخل ہو گئی ہیں اور اگر جزو اسلام نہیں تو اسلامی رسم و رواج کے ایک نہایت طاقتور جزو ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں ہو سکتا -

ان توہمات کے ثبوت میں حسب ذیل دلائل پیش کئے جاتے ہیں :-

(الف) خود قرآن میں سعد و نحس کا تذکرہ ہے -

(ب) حدیثیں نحوست کی قائل ہیں -

(ج) مذہبی روایتیں بعض دنوں کے اچھے برے ہونے کے حق میں ہیں -

(د) سعادت ونحوست کی واقعیت پر مسلمانوں کا عام اجماع ہے اور اس عقیدہ کی تاریخ صدیوں سے متجاوز ہے۔ میرزا صائب لکھتے ہیں:۔

زخال گوشۂ ابروئے یار می ترسم ۔۔۔ ازیں ستارۂ دنبالہ دار مے ترسم

لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں:۔

دی درمیان زلف بدیدم رُخ نگار ۔۔۔ برہیأتے کہ ابر محیط قمر شود

گفتم کہ ابتدا کنم از بوسہ گفت نی ۔۔۔ بگذار تا کہ ماہ زعقرب بدر شود

امام رازی جو علوم اسلام کے نامور علامہ اور ممتاز ترین مفسر تھے۔ سورۂ حم فصلت کے پندرھویں آیہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

استدل الاحکامیون[۱] من المنجمین بھذہ الآیۃ علی ان بعض الایام قد یکون نحساً وبعضھا قد یکون سعداً وقالوا ھذہ الآیۃ صریحۃ فی ھذا المعنی۔ اجاب المتکلمون بان قالوا "ایام نحسات" ای ذوات غبار وتراب ثائر لا یکاد یبصر فیہ ویتصرف۔ وایضاً قالوا معنی کون ھذہ الآیات نحسات ان اللہ اھلکھم فیھا۔

ستارہ شناسوں میں جو لوگ علم احکام کے عالم ہیں وہ آیت "فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْٓ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ" سے اس امر پر استدلال کرتے ہیں۔ کہ بعض دن کبھی سعد ہوا کرتے ہیں کبھی نحس اُن کا قول ہے کہ یہ مطلب اس آیت سے صراحت کے ساتھ نکل رہا ہے۔ متکلمین اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ایام میں نحس دن سے گرد و غبار کے دن مراد ہیں جن میں بسبب خاک اُڑ رہی تھی کہ نہ دیکھ سکتے تھے اور نہ کام کر سکتے تھے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان دنوں کے نحس ہونیکا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد و ثمود کو انہیں دنوں میں ہلاک کیا تھا۔

[۱] احکامی وہ لوگ جو سیاروں کی رفتار و اثر کے رد سے عالم میں تغیرات کی پیشینگوئی کیا کرتے ہیں منجمین کی اصطلاح میں اس فن کا نام "فن احکام" یا "علم احکام" ہے۔

احاب المستدل الاول بان النحسات في وضع اللغة هي المشئومات لان النحس يقابله السعد والكدر يقابله الصافي. واجاب عن السوال الثاني ان الله تعالیٰ اخبر عن ايقاع ذلك العذاب في تلك الايام النحسات فوجب ان يكون تلك الايام نحسة مغايرًا لذلك العذاب الذي وقع فيها لہ ۔

جن لوگوں نے پہلے استدلال کیا تھا وہ اسکا یہ جواب دیتے ہیں کہ لغت میں نحس کا لفظ شوم (منحوس) کے لیے وضع ہوا ہے اس لیے کہ نحس کے مقابلہ میں سعد اور کدورت کے مقابلہ میں صفائی کا استعمال ہوا کرتا ہے۔ دوسرے سوال کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ عذاب انہیں منحوس دنوں میں واقع ہوا تھا۔ لہذا ضروری ہے کہ ان دنوں کا منحوس ہونا اس عذاب (گرد وغبار) کے علاوہ ہو جو ان دنوں میں واقع ہوا تھا (اور جس سے عاد وثمود کی قومیں جن کا آیت میں تذکرہ ہے ہلاک ہوئی تھیں لہ

ایک دوسرے مقام پر خاص خاص اوقات کے سعد اور بابرکت ہونیکی دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

لا يبعد من الفاعل المختار تخصيص وقتٍ معينٍ باحداث العالم فيه دون ماقبله ومابعده۔ فان بطل هذا الاصل فقد بطل حدوث العالم وبطل الفاعل المختار وحينئذ لا يكون للخوض في تفسير القرآن فائدة وان صح هذا الاصل فقد زال ماذكرتم

خدا جو اپنے کاموں میں ہر طرح سے صاحب اختیار ہے اس سے کیا بعید ہے کہ عالم کو کسی وقت میں پیدا کرے اور اس وقت کو بغیر اس کے کہ قبل و بعد کا لحاظ ہو خاص فرمائے۔ یہ اصل ہی اگر غلط ٹھہرا تو عالم کا پیدا ہونا بھی غلط ہو جائیگا اور فاعل مختار (اللہ تعالیٰ) کا ثبوت بھی غلط ٹھہریگا۔ ایسی حالت میں قرآن کی تفسیر میں غور و خوض کرنا بیفائدہ ہے۔ اور اگر یہ اصل الاصول صحیح ہے تو تم نے جو اعتراض کیا ہے اسکا ازالہ

لہ تفسیر کبیر۔ جلد ۷ صفحہ ۲۲۳ و ۲۲۴ ؎

من السوال ۔ فهذا هو الجواب المعتمد والناس قالوا لا يبعد ان يخص الله تعالیٰ بعض الاوقات بمزيد تشريف حتی يصير ذلك داعيا للمكلف الی الاقدام علی الطاعات فی ذلك الوقت ولهذا السبب بين انه تعالیٰ اخفاه فی الاوقات وما عينه لانه اذا لم يكن معينا جوز المكلف فی كل وقت معين ان يكون هو ذلك الوقت الشريف فيصير ذلك حاملا له علی المواظبة علی الطاعات فی كل الاوقات ۔ واذا وقفت علی هذا الحرف ظهر عندك ان الزمان و المكان انما فازا بالتشريفات الزائدة تبعا لشرف الانسان فهو الاصل وكل ما سواه فهو تبع له [1]

ہو گیا ۔ یہی جواب قابلِ اعتماد ہے۔

علاوہ بریں لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ کچھ بعید نہیں اگر اللہ تعالیٰ کسی وقت کو زیادہ بزرگی و شرافت کے ساتھ مخصوص کر دے کہ یہ امر اس خاص وقت میں لوگوں کے لیے عبادت کرنے کا محرک ہوا کرے ۔ یہی سبب ہے کہ تمام وقتوں میں برکت والی رات (شبِ قدر) کے وقت کو اللہ تعالیٰ نے چھپا رکھا ہے اور اس کی تعیین نہیں کی ہے ۔ کیوں کہ اگر وقت معین نہ ہوگا تو جائز ہے کہ ہر ایک وقت معین کی نسبت لوگ سمجھیں کہ یہ وہی شریف و سعید وقت ہے اور اس بنا پر ہر وقت عبادت کرنے کی تحریک پیدا کرے گی اس مطلب سے واقف ہونے کے بعد تم پر اس کی حقیقت کھلے گی کہ محض انسان کے شرف کے ضمن میں زمان و مکان بھی شرافت و سعادت کی زیادتی میں کامیاب ہوئے ہیں ۔ اصل انسان ہی ہے ۔ اس کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں سب کی سب انسان کی تابع اور اسی کے لیے ہیں [1]

اس مسالہ کو منقح کرنے سے پیشتر ان آیتوں کو بھی سن لینا چاہیے جن سے سعد و نحس کا مضمون

---

[1] تفسیر کبیر جلد، صفحہ ۱۴۲ ۔ مسلمانوں کو امام صاحب کا یہ اصول یاد رکھنا چاہیے کہ سعد و نحس کا مبنی اصل میں انسان ہی ہے اور اسی کی وجہ سے دوسری چیزیں بھی سعد و نحس سے منسوب ہوئی ہیں ۔

پیدا کیا جاتا ہے۔ سورہ حم السجدہ میں ہے :-

فَاِنْ اَعْرَضُوا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ
صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ
وَّثَمُوْدَ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ
مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ
اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ قَالُوْا لَوْ
شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً
فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ
كٰفِرُوْنَ۔ فَاَمَّا عَادٌ
فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ
بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ
مِنَّا قُوَّةً ؟ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ
اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ
مِنْهُمْ قُوَّةً ؟ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا
يَجْحَدُوْنَ۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ
رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ
نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ
الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى

پس اگر (سمجھانے پر بھی) سرتابی کریں تو (اے
پیغمبر تم اُن سے) کہدو کہ جیسی کڑک عاد وثمود پر
ہوئی تھی اُسی طرح کی کڑک سے میں تم کو ڈراتا ہوں
کہ اُن کے پاس (بھی) اُن کے آگے سے اور
اُن کے پیچھے سے (یعنی کثرت سے) پیغمبر آئے
(اور پیغمبروں نے اُن کو سمجھایا) کہ خدا کے سوا کسی کی
عبادت نہ کرو، وہ لگے کہنے اگر ہمارے پروردگار کو
(پیغمبروں کا بھیجنا) منظور ہوتا۔ تو (آسمان سے)
فرشتے اُتارتا۔ غرض جو (دین) دیکر تم لوگ بھیجے گئے
ہو ہم تو اس کو مانتے نہیں۔ سو (وہ جو قبیلہ) عاد (کے
لوگ تھے) لگے ناحق تکبر کرنے اور بولے کہ بل بوتے میں
ہم سے بڑھکر اور کون؟ کیا ان کو اتنا نہ سوجھا کہ جس اللہ
نے اُنکو پیدا کیا وہ بل بوتے میں اُن سے کہیں بڑھ چڑھکر
ہے۔ غرض وہ لوگ ہماری نشانیوں سے انکار کرتے ہی
رہے تو ہمنے (بھی) نحوست کے دنوں میں اُن پر بڑے
زور کی آندھی چلائی تاکہ دنیا کی زندگی میں اُن کو ذلت
کے عذاب کا مزہ چکھائیں اور آخرت کا عذاب (اُنکو
دنیا کے عذاب سے کہیں) زیادہ رسوا کرنے والا ہوگا

وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ (سورہ - ۴۱ - رکوع ۲ - آیت ۹ - ۱۲) اور (اُس وقت) اُن کو (کسی طرف سے) مدد (بھی) نہیں ملیگی

سورۂ قمر میں ہے۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ - اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ - تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ؟

(سورہ - ۵۴ - رکوع ۱ - آیت ۱۰ - ۱۲ -

قوم عاد نے (پیغمبروں کو) جھٹلایا تو ہمارا عذاب اور ہمارا ڈرانا (دیکھا اس کا انجام) کیسا ہوا - کہ ہم نے ایک منحوس دن میں جس کی نحوست (کسی طرح ٹالے) نہیں ٹلتی تھی ان پر ایک زناٹے کی آندھی چلائی (اور) وہ لوگوں کو (جگہ سے ایسا) اُکھاڑ پھینکتی تھی کہ گویا وہ اُکھڑی ہوئی کھجوروں کے بوتے ہیں[5] تو ہمارا عذاب اور ہمارا ڈرانا دیکھا اُس کا انجام) کیسا ہُوا ؟

(۴)

اِن آیتوں میں بلکہ اس تمام مضمون میں صرف دو باتیں قابل تنقیح ہیں :-

(الف) منحوس دنوں سے قرآن کریم میں کیا مقصود ہے ؟

(ب) کیا اسلامی تعلیمات واقع میں عقیدہ سعد و نحس کے جانبدار ہیں ؟

پہلی تنقیح کے جواب میں ذیل کی حدیثیں جن کو علامہ ابن جریر نے مکمل سلسلہ اسناد اور مستند راویوں کے وثوق پر روایت کیا ہے۔ قابلِ ملاحظہ ہیں :-

عن ابن عباس قوله في "ايام نحسات" قال ايام متتابعات انزل الله فيهن العذاب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منحوس دنوں سے مراد پے در پے آنے والے دن ہیں جن میں خدا نے عذاب نازل کیا تھا۔

---

[5] اردو میں "بوتہ" درخت کے "تنہ" کو کہتے ہیں۔

قال ابن زید فی قولہ "ایام نحسات" قال النحس الشر ارسل علیھم ریح شر لیس فیھا من الخیر شیٔ عن عبید قال الضحاک یقول فی "ایام نحسات" قال شداد[۱]

حضرت ابن زید "ایام نحسات" (منحوس دنوں) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نحس شر (برائی) کو کہتے ہیں یعنی کہ قوم عاد پر ایسی بری ہوا کا طوفان آیا تھا جس میں کچھ بھی خیر نہ تھی۔ عبید کہتے ہیں کہ میں نے ضحاک کو "ایام نحسات" کی تفسیر میں کہتے ہوئے سنا کہ وہ نحس دن تھے یعنی سخت دن تھے۔[۱]

(۵)

کچھ حدیثیں ایسی بھی ہیں جن میں نحس کے معنی شوم اور نحوست ہی کے لیے گئے ہیں اور خود علامہ ابن جریر بھی اسی کے قائل ہیں لیکن ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ :۔

قولہ "فی یوم نحس مستمر" یقول فی یوم شرٍ و شؤمٍ لھم[۲]

آیت "منحوس دن میں جس کی نحوست کسی ٹالے نہیں ٹلتی تھی" منحوس دن سے وہ دن مراد ہے جو قوم عاد کے لیے برا اور منحوس تھا۔[۲]

حدیثوں میں بھی یہی مضمون ہے مثلاً

عن قتادۃ فی "ایام نحسات" ایام واللہ کانت مشئومات علی القوم عن السدی فی "ایام نحسات" قال ایام مشئومات علیھم[۳]

ایام نحسات (منحوس دنوں) کی تفسیر میں قتادہ سے روایت ہے کہ خدا کی قسم وہ دن عاد کیلئے منحوس تھے سدی ایام نحسات کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ وہ دن قوم عاد پر نحس تھے[۳]۔

---

[۱] تفسیر ابن جریر۔ جلد ۲۴۔ صفحہ ۶۰

[۲] تفسیر ابن جریر۔ جلد ۲۷ صفحہ ۵۲

[۳] تفسیر ابن جریر۔ جلد ۲۴۔ صفحہ ۶۰

یہ حدیثیں تین خاص باتیں بتا رہی ہیں :-

(الف) نحوست کے وہ معنی جو آج کل مشہور و معروف ہیں قرآن کریم میں کہیں بھی مستعمل نہیں ہوئے۔

(ب) صحابہؓ و تابعینؒ کسی دن کی نحوست کے قائل نہ تھے۔

(ج) نحوست کا مفہوم اُس زمانہ میں صرف اس قدر تھا۔ کہ اگر کسی شخص یا قوم پر کبھی مصیبت و بلا نازل ہوتی تو اُس مصیبت و ابتلا کی وجہ سے وہ دن مخصوص طور پر اُس قوم کے لیے منحوس دِن مانا جاتا تھا۔ یہ مطلب نہ تھا کہ عام طور پر اُس دن میں نحوست آ گئی۔ دنیا بھر کے لیئے وہ دن منحوس ہو گیا یا اُس دن کے بعد بھی اُسی نحوست و مصیبت کی مناسبت سے جب جب وہ دن آئے گا ہمیشہ منحوس سمجھا جائیگا۔ اِن باتوں کا نام و نشان تک نہیں ملتا نہ اسلام ان کا موید ہے نہ بزرگان اسلام ان کے قائل تھے اور نہ اہلِ عرب کے رسم و رواج ہی سے ان کی تائید ہوتی ہے۔ یہ باتیں اُس وقت کی ہیں جب اسلامی تمدن کمزور ہو چلا تھا اور فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا۔ (اسلام خدا کی فطرت ہے جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے) کی سادگی پر عجمیت کا رنگ روپ چڑھ چلا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ چھٹی صدی ہجری سے پہلے کی کتابوں میں موجودہ توہمات کے مطابق سعد و نحس کا کہیں تذکرہ تک نہیں ملتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمات اس باب میں کیا ہیں؟ یہ مسئلہ کسی قدر تشریح طلب ہے بے شبہہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کو حدیث نبوی کے الفاظ پر غور نہ کرنے کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی تھی مگر یہ غلطی زیادہ دیر تک نہیں رہنے پائی اور انہیں دنوں میں اس کی تصحیح ہو گئی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:-

عن عبد اللہ بن عمر انہ قال سمعت　　　　عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ اُنہوں نے

النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے
"انما الشؤم فی ثلاثۃ فی الفرس	سنا کہ "نحوست محض تین چیزوں میں ہے۔
والمرأۃ والدار"	گھوڑے میں۔ عورت میں۔ اور گھر میں"

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ "تمام محققین کا اتفاق ہے کہ عہد جاہلیت میں لوگ اس امر کے معتقد تھے۔ کہ گھوڑے میں۔ عورت میں اور گھر میں نحوست ہوا کرتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُنہیں کے اعتقاد کو بیان کیا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمانوں کو بھی اِن چیزوں کی نحوست کا قائل رہنا چاہیئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) نحوست اور بدشگونی کی مطلق قائل نہ تھیں۔ جاہلیت میں شوال کا مہینا شادی بیاہ کے لیئے منحوس سمجھا جاتا تھا۔ اسی لیے مدینۂ مبارکہ کی عورتوں میں یہ وہم سمایا ہوا تھا۔ کہ شوال میں اگر زفاف ہوا تو شوہر کی طرف سے بیوی کو خوش نصیبی نہ ہوگی۔ حضرت عائشہؓ سے اِس کا تذکرہ آیا تو آپ نے عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:۔

مَا تزوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے شوال
وَسلم اِلّا فی شوّال ولا بنی بی الا فی	ہی میں بیاہا اور شوال ہی میں زفاف کیا۔ بتاؤ
شوّال فمن کان احظی منی عندہ ؟ و	مجھ سے زیادہ آپ کے ہاں کس کی قدر تھی؟
کان یستحب ان ید خل علی نسائہ	آپ تو شوال میں اپنی بیویوں کے پاس آنا
فی شوّال [1]	مستحب جانتے تھے۔ [1]

اسی طرح ایک دوسرے موقع پر معلوم ہوا کہ نحوست اور بدشگونی کی تائید میں ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کر رہے ہیں۔ آپ اس پر سخت ناخوش ہوئیں اور روایت کی تصحیح کر دی۔ امام طحاوی فرماتے ہیں:۔

---

[1] عینی (عمدۃ القاری۔ طبع قسطنطنیہ) جلد ۶ صفحہ ۱۰۶ ؂

عن ابی حسان قال دخل رجلان من	ابوحسان سے روایت ہے کہ قبیلۂ بنی عامر کے
بنی عامر علی عائشۃ فاخبراها ان ابا	دوشخصوں نے حضرت عائشہ کے پاس حاضر ہوکر
هریرة یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ و	خبردی کہ ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم انہ قال الطیرة فی الدار و	سلم سے روایت کرتے ہیں کہ "بدشگونی گھر میں
المرأة والفرس فغضبت وقالت " و	اور عورت میں اور گھوڑے میں ہوتی ہے "
الذی نزل القرآن علی محمد صلی اللہ علیہ	آپ نے ناخوش ہوکر کہا "قسم ہے اُس خدا
وسلم ما قالها رسول اللہ صلی اللہ علیہ	کی جس نے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قرآن
وسلم قط انما قال ان اهل الجاهلیۃ	اُتارا۔ آنحضرت نے یہ ہرگز نہیں فرمایا تھا۔ آپ نے
کانوا یتطیرون من ذلک [1]	تو فقط یہ بیان کیا تھا کہ "جاہلیت میں لوگ ان
	چیزوں سے بدشگونی لیا کرتے تھے [1]

اس تصریح کے بعد کیا کسی تحقیق پسند و منصف مزاج کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ مذہبی روایتیں سعد ونحس کی جانبدار ہیں۔ یا اسلامی تعلیمات سے اس عقیدہ کی تائید ہوتی ہے یا عوام کے توہمات اور شاعروں کے مفروضات وتخیلات کا اس پر کوئی اثر پڑسکتا ہے ؟ خدا کسی وقت کو اگر چاہے تو ممکن ہے برکت عطا فرمائے یا منحوس کردے۔ لیکن اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ اس نے ایسا کیا اور یہ امکان وقوع کے درجہ میں آگیا۔

(۷)

یہ مسئلہ کہ " نحوست سے یہی نحوست مراد ہے۔ اس لیے کہ عربی زبان میں نحس کے مقابلہ میں سعد کا لفظ استعمال ہوا کرتا ہے " چنداں اہم نہیں ہے۔ کیونکہ لغت میں سرد ہوا

[1] عینی (عمدۃ القاری - طبع قسطنطنیہ) جلد ۶ صفحہ ۱۰۶ ؛

اور فضائے آسمان کو گھیرے ہوئے گرد و غبار کے لیے بھی نحس کا لفظ وارد ہے اور قرآن کریم کے سیاق سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ بد اختری و نا فرجامی بھی نحس کے معنی بتائے گئے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ بعد کے لغت نویسوں کو غالباً عالمگیر توہمات سے مغلوب ہو کر قرآن کی مفروضی تائید کیلئے یہ معنے پیدا کرنے پڑے۔ ورنہ ابتدائی کتابوں میں اس کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ تفسیر کبیر کا یہ اعتراض بیشک وقیع ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے چونکہ خبر دی ہے کہ منحوس دنوں میں قوم عاد پر عذاب ہوا تھا۔ اِس لیے ضرور ہے کہ اِن دنوں کی نحوست اُس عذاب کے علاوہ ہو جو انہیں دنوں میں نازل ہوا تھا" مگر اہلِ نظر بھی تو یہی کہتے ہیں کہ دن کی نحوست اور چیز تھی اور جو عذاب اُس دن نازل ہوا وہ اور ہی تھا۔ دن کی نحوست تو یہ تھی کہ گرد و غبار سے بھرا ہوا تھا۔ اور عذاب یہ نازل ہوا کہ اسی عالم میں ہولے سرد کے طوفان نے بنیادیں ہلا دیں۔

جن چیزوں کا مشاہدات سے علاقہ نہیں ہے اُن کی واقعیت تسلیم کرنے کے لیے دو ہی صورتیں ہیں۔

(۱) مذہب اُن کا حامی ہو۔

(۲) وہ بات عقل کی رو سے خلاف قیاس نہ ہو۔

پہلی صورت کے متعلق ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ سعد و نحس کے اعتقاد سے مذہب کو ذرا بھی علاقہ نہیں ہے۔ دوسری صورت کی حقیقت یہ ہے کہ تاریخ۔ گھڑی۔ دن۔ رات۔ صبح۔ شام، وغیرہ وغیرہ یہ سب وقت کے خاص خاص حصّوں کے نام ہیں اور وقت ایک ایسی وسیع مدت کا نام ہے جس کے اجزا ہر حیثیت سے آپس میں ملے جُلے ہونے چاہئیں۔ لہذا یہ ممکن ہی نہیں کہ اس امتداد کا کوئی ایک جز دوسرے سے اچھا یا بُرا نکلے اور وہ دائرہ جس کا ہر حصہ متشابہ ہونا چاہیئے کسی تخصیص کی وجہ سے غیر متشابہ ہو جائے۔

حیف ہے کہ مذہب اور عقل دونوں جس کے مخالف ہوں ہم اُس کو اپنی معاشرت کا جزو غالب بنا لیں اور اس حکیمانہ اصول کو بالکل ہی بھول جائیں کہ "سعد و نحس اگر ہے بھی تو انسان کے طرز عمل سے وابستہ ہوگا۔ اصل میں جو کچھ ہے انسان ہی ہے اور سعادت و نحوست اُسی کے رفتار کی خوبی یا خرابی سے تعلق رکھتی ہیں"۔

قصۂ یوسف علیہ السلام

آثار قدیمہ کی روشنی میں

از جناب حکیم عیش ۔ امروہوی صدر جمعیت علمائے برما ۔ (رنگون)

قدیم مصری تاریخ میں صرف ایک ہی ایسا زمانہ آیا ہے جس میں ایک عبرانی غلام منصب وزارت عظمےٰ تک پہونچکر امور مملکت میں پورا متصرف بن گیا ہو۔ یہ شخصیت حضرت یوسف کی تھی۔

عبرانیوں کے ساتھ جب زمانہ سازگار ہوا تو مصر اُن کے قبضۂ حکومت میں آگیا۔ ان کا یہ عہد عہد ہکسوس کہلایا۔ عہد عتیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کا زمانہ ۱۶۸۶ سے ۱۵۹۵ قبل مسیح تک تھا آثار قدیمہ نے اس عہد سلطنت ہکسوس کو شباب کا زمانہ ظاہر کیا ہے

ہکسوس (چرواہوں) کی اصل و نسل کا مسئلہ مورخین، علمائے عہد عتیق و فضلائے آثار قدیمہ میں اب تک مختلف فیہ چلا آتا ہے۔ بعض انہیں سامی بتلاتے ہیں۔ بعض سیتھیا والے۔ بعض حِتّی (شمالی شام کے قدیم باشندے) بعض اکادی (اکاد علاقہ بابل کے وہ قدیم باشندے جو تورانی النسل تھے جنھوں نے کالدی تمدن کے آثار چھوڑے) ہم اس اختلاف سے بچنے کے لیئے اسی قدر عرض کرنا کافی سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ یہاں ایشیا سے آئے اور مصر میں حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے حکمرانی کرتے رہے۔

گھوڑا مصر میں یہی لائے تھے۔ رتھ مصر میں انہیں نے بنائے تھے سواروں کا رسالہ انھیں نے تیار کیا تھا ان سے پہلے مصر میں ان چیزوں کو کوئی بھی نہ جانتا تھا کیونکہ وادی نیل میں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی۔ مصر مختلف خاندانوں کی کمزور حکومتوں میں منقسم تھا اس لیئے جب یہ قوم چوپان حملہ آور ہوئی تو زبردست دفاع نہ ہوسکے

کے سبب ملک مصر پر اس کا قبضہ ہو گیا

شاہان ہکسوس کے قدم سیکڑوں سال تک دریائے نیل کی سطح مرتفع پر جمے رہے اس سے آگے گو وادی نیل میں مصری خاندانوں کی ریاستیں تھیں مگر وہ بھی اکثر اُن کے اقتدار میں تھیں ان کی قوت کو مانتی تھیں گو ان سے نے حد نفور و بیزار تھیں جب موقع ہاتھ آتا تو اُن کی مخالفت خطرناک بن جاتی آخر انھیں ریاستوں نے چند صدیوں کے بعد دولت ہکسوس کا بیڑا کر ڈالا۔

ہکسوس مصر میں آئے تو یہ کسی ثقافت کے مالک نہ تھے اس لیے مصر کا رنگ ان پر چڑھنے لگا حتیٰ کہ تھوڑے ہی دنوں میں یہ رنگ ایسا چوکھا ہو گیا کہ مصری معاشرت مصری طور طریق۔ انشاء خطاب رسم و رواج سب ان میں آ گئے۔ مصری زبان ان کی زبان بن گئی۔ دفاتر میں دیسی باشندے بھر گئے۔ مصری علم و دانش کو عروج اور مصری ثقافت میں زندگی آ گئی۔ ان میں اور مصریوں میں اگر کوئی فرق و امتیاز تھا تو مذہب کا تھا اور کوئی فرق و امتیاز نہ تھا۔ (قدیم اسرائیل و امم مجاورہ صفحہ ۱۵۸) [۱]

کچھ تو اجنبیت اور کچھ اختلاف مذہب ان دو باتوں نے اس اختلاط کے باوجود بھی مصریوں کے دل صاف نہونے دیے۔ چنانچہ ہیاکل مصریہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ہکسوس (اہل مواشی) کو "عامت" کا لقب دے رکھا تھا جس کے عہد عتیق میں معنے ہیں "مکروہ" عہد عتیق میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔ "مصریوں کو ہر چرواہا" "سے نفرت ہے" (پیدائش ۴۶ : ۳۴)۔

جب حضرت یعقوب علیہ السلام مع برادران یوسف علیہ السلام مصر میں سکونت کے لیے داخل ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے انھیں چپکے سے سمجھا دیا تھا کہ :-

"جب فرعون تم کو بلائے اور کہے کہ تمہارا پیشہ کیا ہے تو تم کہیو تیرے غلام جوانی سے لیکر اب تک چوپانی کرتے رہے ہیں کیا ہم اور کیا ہمارے آبا۔ تا کہ تم جشن کی زمین میں رہو اسلیئے

[۱] EARLY ISRAEL AND SURROUNDING NATIONS. PAGES 158.160.

کہ مصریوں کو ہر چرواہے سے نفرت ہے''۔ (پیدائش ۴۶: ۳۴) جب فرعون کو معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہکسوس ہی کی قوم سے ہیں تو ہم قوم ہونے کی وجہ سے اُنھیں سکونت پذیر ہونے کی اجازت دیدی اگر یوسف علیہ السلام یہ بات نہ سمجھا دیتے تو فرعون انھیں نہ تو خاص رعایتیں دیتا نہ خاص مراتب پیش کرتا اُس نے یوسف علیہ السلام سے کہا کہ :-

''اپنے باپ اور بھائیوں کو اس سرزمین کے ایک مقام میں جو سب سے بہتر ہے انھیں رکھ جشن کی زمین میں انھیں رہنے دے اگر تو جانتا ہے بعضے ان کے درمیان چالاک ہیں تو انکو میرے مواشی پر مختار کر''۔

اس بات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہکسوس اور یوسف ع کی ایک ہی اصل و نسل تھی۔

جب یوسف علیہ السلام مصری غلام بنائے گئے اُس وقت مصر تحتانی پر خاندان ہکسوس کی حکومت تھی مگر انہیں اس قوم کے کسی رئیس نے نہیں خریدا تھا بلکہ ایک مصری نے خریدا تھا۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے۔

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ　　اور اہلِ مصر میں سے جس نے یوسف کو خریدا تھا اُس نے اپنی بیوی کو کہا کہ اسکو عزت سے رکھ

سے رکھ۔ کلام پاک میں اس شخص کو اہل مصر سے کہنے کا یہی مطلب ہے کہ اس وقت حکومت اہلِ مصر کی نہ تھی۔

عہد عتیق میں بھی اسے مصری کہا ہے۔ پیدائش ۳۹: -

''و مرد مصری فوطیفار نام کہ خواجہ و سردار افواج خاصۂ فرعون بود ویرا از دست اسمٰعیلیان که اورا بدانجا برده بودند خرید''۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مصری فرعون کے جلوداروں کا سردار تھا۔ اور تقرب بارگاہ

قحط

مصر میں دریائے نیل سے آبیاری کے سبب نہایت شدید قحط پڑنا خیال میں کم آسکتا ہے اور پھر سات سال کا قحط ایک ایسا حادثۂ عظیم ہے کہ ملحدین کے نزدیک اس کے لیے کتب مقدسہ کی شہادت کافی نہیں بلکہ مصر کے آثار قدیمہ میں اس کا ذکر ہونا ضروری ہے ایسے لوگوں کی تشفی کے لیے حال میں اس قحط کا مصدق ایک کتبہ دستیاب ہوگیا ہے۔ یہہ کتبہ ایک شخص مسمی بابا کا لکھا ہوا ہے جو "سکوانن رآتا" سوم کی ملازمت میں تھا یہہ فوقانی دریائے نیل کی وادی میں اک رئیس تھا اس اطراف میں ہکسوس کا تسلط پورا پورا نہ تھا۔ اس کتبے میں جس قحط کا ذکر ہے اس کا زمانہ یوسف عؑ کے زمانہ سے مطابق ہے۔

یہہ کتبہ جو بابا کے قبے پر "ال کاب" میں ملا ہے - اس میں ہے کہ :-

"اناج بونے کے وقت میں خود نگراں تھا۔ میں نے اناج فصل کے دیوتا کی رضا سے جمع کیا اور جب کئی سال قحط پڑا انہیں نے ہر سال شہر میں غلہ تقسیم کیا"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب یوسف علیہ السّلام کے غلہ جمع کرنے کی خبریں اڑیں اور تعبیر خواب کی بات پھیلی تو اوروں کے خلاف اس نے ان پر یقین کر کے یوسف علیہ السّلام کی پیروی کی اور اناج جمع کرتا رہا۔

یہہ بات کہ خود شاہان ہکسوس نے اس عظیم ابتلا کا ذکر کیوں نہیں کیا ان کا لکھوایا ہوا بھی تو کوئی ایسا کتبہ ملنا چاہیئے تھا تو اس کی وجہ غالباً یہہ ہے کہ جب مصریوں نے اپنے ملک سے انہیں نکالدیا تو اپنے تعصب و خفارت کی وجہ سے ان کا کوئی نشان باقی نہ رکھا تاکہ ان کے زمانہ کی ناگوار یاد بھی ان کے آثار کے ساتھ ساتھ رخصت ہو جائے۔

بالفرض یہ وہ قحط نہ بھی ہو تو بھی ملک مصر میں اس سے کئی کئی سال قحط کا پڑنا ثابت ہوتا ہے۔ اور یوں عہد یوسف عؑ کے قحط کی تائید اس سے ہو جاتی ہے۔

یوسف علیہ السلام کے مصری خطابات

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ارض مصر کے خزائن کو اپنی تحویل میں لے لیا اور اناج کے تمام کھتے ان کے تصرف میں آگئے تو فرعون نے انہیں "صفناتھ فعنیخ" کا خطاب عنایت کیا۔ عبرانی عہدعتیق میں بعینہ یہ مصری خطاب روایت کیا گیا ہے۔ قدیم عربی و فارسی ترجموں میں بھی اس کو بحال چھوڑ دیا ہے۔ مگر دوسری زبانوں کی بائبل میں اس کا ترجمہ کر دیا گیا ہے اردو بائبل میں اس کے معنے جہاں پناہ کے ہیں۔ جس سے خطاب کا اصلی مفہوم غنت ربود ہو جاتا ہے قدیم مصری میں اس کا لفظی مفہوم ہے "صاحب اخذیۂ حیات" اصلی زبان کے اندر جن معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اور جو وسیع مطالب اس کا لیا جاتا ہے اس کو صحیح طور پر قرآن شریف نے ادا کیا ہے۔ یہ وہی منصب ہے جو یوسف علیہ السلام خود طلب فرماتے ہیں قال اجعلنی علی خزائن الارض۔ الایہ۔ یوسف نے فرمایا کہ ملکی خزانوں پہ مجھکو مامور کردو۔ یعنی صاحب خزائن ارض بنادو یہ خطاب اُسی عہدے کو ظاہر کرنے والا ہے۔

"آبریک" یوسف علیہ السلام کا یہ بھی ایک خطاب تھا مگر جب تک مصری تحریر کا حل نہ ہوا کسی کو اس کا پتہ نہ چلا۔

عبرانی بائبل میں اس لقب کا ذکر تکوین ۴۵ : ۸ میں ہے "اب" قدیم مصری لفظ ہے اور خطاب ہونے کی وجہ سے بعینہ عبرانی بائبل میں روایت ہوا ہے مگر یہ حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مترجین نے اُسے عبرانی لفظ سمجھ لیا ہے اور اس کا ترجمہ باپ کرکے عجیب اہمال پیدا کر دیا ہے۔ اس غلطی کے سبب سے آیت کا مطلب ایسا خبط ہو جاتا ہے کہ کسی صورت سے کوئی معنی پیدا ہی نہیں ہوتے۔ بائبل کی یہ معنوی تحریف ایسی واضح ہے جس کو تمام محققین بائبل تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے تحدیث نعمت فرما رہے ہیں کہ یہاں مجھے

خدا نے بھیجا ہے۔ اور اُس نے مجھے فرعون کا اَبْ بنایا ہے۔

(عربی) وھو قد جعلنی اَبَاً لفرعون" (فارسی) "وا و مرا پدر بر فرعون ساخت"۔

(اردو) اور اُس نے مجھے فرعون کے باپ کی جگہ .... بنایا"

اَبْ کا ترجمہ باپ کرنے سے کتنی بے معنی بات ہو گئی بات یہ ہے کہ یہ قدیم مصری لفظ ہے اور اس کا مفہوم وہ منصب ہے جو بادشاہ یعنی فرعون کے بعد ہو اس کا صحیح مرادف عربی میں عزیز ہے جو اصطلاحی لفظ ہے اور مصر کے وزراء کا عربی خطاب ہے۔

قرآن شریف میں یوسف علیہ السلام کے متعلق اس لقب کا اظہار "یا ایہا العزیز" الآیہ۔ میں کیا ہے قرآن شریف کی یہ صحت کتنی ایمان کو تازہ کرنے والی اور بائبل کی غلطی کی نگہبان ہے۔ صدق اللہ العلی العظیم

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (اَلْاٰيَة)۔ یعنی قرآن پچھلی کتاب کا مہیمن (نگہبان) ہے۔

"ابرق" یوسف علیہ السلام کے قصہ میں ایک اور مصری اصطلاح آتی ہے۔ چونکہ اصطلاح کے لئے خاص لفظ جو بالکل مطابق ہو دوسری زبان میں مشکل ملتا ہے۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بضرورت ایسی مصری اصطلاحیں ہی استعمال فرمائی ہیں۔ مگر مترجمین بائبل نے کہیں تو انہیں عبرانی لفظ سمجھ لیا ہے اور کہیں قیاس سے ترجمہ کر ڈالا ہے۔ جیسے اَبْ جس کا ذکر ہو چکا ہے، وہ عبرانی زبان میں بمعنی باپ ہے اور مصری زبان میں بمعنی وزیر۔ اسی طرح ابرق ہے کہ مصری زبان میں اس کے معنی ہیں "اپنے بائیں طرف" اور عبرانی زبان میں اس کے معنی ہیں "تعظیم کے لیے جھکنا"

چنانچہ اس لفظ کو عبرانی سمجھ کر بائبل کے ترجموں میں از کتاب غلط کیا گیا ہے۔ سفر تکوین ۴۱: ۴۳ میں ہے :-

(عربی) ونادوا امامہ ارکعوا۔

(فارسی) "پیش رو پیش ندا میکردند که زانو زنید"

(اردو) " اور اُس (فرعون) نے اُسے (یوسفؑ) کو اپنی دوسری گاڑی میں سوار کر دیا تب اس کے آگے منادی کی گئی، سب ادب سے رہو"، مصر میں اس وقت سواری کو رستنے کے بائیں طرف چلانے کا رواج تھا جیسا کہ آج بھی اکثر ممالک میں ہے حضرت موسیٰؑ نے یوسفؑ کے حشم اور جلوداری کی تصویر اُتاری ہے کہ وہ عزیز مصر ہو کر جب باہر نکلتے تھے تو آگے آگے پیشرو سامنے آنے والوں کی آگاہی کے لیئے پکارتے تھے کہ "ابرق"، "ابرق" (اپنے بائیں رہ)۔ بائبل کا ترجمہ "ارکعوا یا زانو زنید" صحت کے لحاظ سے درست نہیں ہے۔

تمکین حکومت و اتساع سلطنت

خزائن ارض مصر پر مامور ہونے کے بعد جب سال بسال قحط کی سختی بہت ہی بڑھ گئی تو یوسف علیہ السلام نے اوّل سال نقد کے عوض اناج دیا پھر چوپاؤں کے عوض۔ بائبل ۴۷ : ۱۸- ۲۱ میں ہے :-

"جب وہ سال گزر گیا تو وہ دوسرے سال اُس کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ ہم اپنے خداوند سے نہیں چھپاتے کہ ہمارا نقد خرچ ہو چکا - ہمارے خداوند نے ہمارے چوپایوں کے گلّے بھی لے لیے سو ہمارے خداوند کی نگاہ میں ہمارے بدنوں اور زمینوں کے سوا کچھ باقی نہیں"

"پس ہم اپنی زمینوں سمیت تیری آنکھوں کے سامنے کیوں ہلاک ہوں - ہم کو اور ہماری زمین کو روٹی پر مول لے اور ہم اپنی زمین سمیت فرعون کی غلامی میں رہیں گے - اور دانہ دے تاکہ ہم جئیں اور نہ مریں کہ زمین ویران نہ ہو جائے اور یوسفؑ نے مصر کی ساری زمین فرعون کے لیے مول لی کیونکہ مصریوں میں سے ہر شخص نے اپنی زمین بیچی کہ کال نے اُن کو نپٹ تنگ کیا تھا۔ سو زمین فرعون کی ہوئی رہے لوگ ! سو اُس نے اُنھیں شہروں میں مصر کے اطراف کی ایک حد سے دوسری حد تک بسایا"

اس سلوک کی اصلی وجہ مجملاً اوپر بھی مذکور ہو چکی ہے یعنی مصریوں کا دل میں قوم کسوس کو

مکروہ رکھنا اور فوقانی نیل کے تین چار شاہی سلسلوں کا جو حکمرانی کر رہے تھے پورا مطیع نہ بننا اور شورش وبغاوت کرتے رہنا۔

جب یہ لوگ یوسف علیہ السلام کے پاس آئے اور وعدہ کیا کہ اپنی زمین سمیت فرعون کی غلامی میں رہینگے جس سے متبادر ہوتا ہے کہ وہ پورے فرماں بردار نہ تھے تو یوسف ؑ نے ان کی زمین لے لی تاکہ ربقۂ اطاعت اس معاملہ سے ان کی گردنوں میں پڑا رہے۔ اس طرح ہکسوس کی سلطنت کو حضرت یوسف ؑ کی تدبیر و سیاسی قابلیت کی وجہ سے بڑی تمکین و وسعت حاصل ہوگئی۔ قرآن شریف میں "وکذالک مکنا لیوسف فی الارض" اور ہم نے اسی طرح یوسف کو اس سرزمین میں خوب قوت دی"۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور اُن کی سیاسی قابلیت کا بھی اظہار ہے۔

فضائل و مناقب قرآن

از جناب مولوی اکرم علی صاحب محمدی مدرس مدرسہ ویجاپور

اعجاز قرآن

اعجاز مصدر ہے عجز سے جس کے معنی ہیں عاجز کرنا۔ ناتوان کرنا۔ جیسے اَعْجَزْتُ زَیْدًا۔ عاجز کردیا میں نے زید کو۔ وَجَدْتُہٗ عاجزًا۔ میں نے اس کو عاجز پایا دغیرہ وغیرہ۔ مصباح المنیر جلد ۲ صفحہ ۲۰ طبع مصر) میں لکھا ہے کہ مصدر کبھی بمعنی فاعل بھی آتا ہے۔ پس اعجاز کے معنی عاجز کرنے کے بھی ہیں، اور معجزہ یعنی عاجز کرنے والے کے بھی۔ اعجاز القرآن سے مراد یہ ہے کہ تمام دنیا کی کتب ارضی وسماوی من کل الوجوہ قران مجید کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ دنیا بھر کے حکماء کی حکمتیں اس کی حکمت کے مقابلہ میں فرومایہ دنیا بھر کے قانون اس کے قانون کے مقابلہ سے قاصر۔ جملہ فصحا و بلغائے عرب و عجم من حیث المجموع اس کے سامنے خاموش۔ دنیا بھر کے ملکوں کی فصاحت و بلاغت اس کے روبرو ہیچ۔ یہ کلام معجز نظام ایسا سہل ممتنع ہے کہ ہر صاحب عقل وفہم اس کو سمجھ سکتا ہے۔ مگر اس کی ایسی ایک چھوٹی سی آیت بھی نہیں بنا سکتا۔

معجزہ رسالت و نبوت کا خاصہ لازمہ ہے جس کے معنی خرقِ عادت کے ہیں۔ قوت معجزہ ہر نبی و رسول کو من جانب اللہ عطا ہوتی ہے۔ اور کسی وقت زائل نہیں ہوتی۔ نبی و رسول بحکم الٰہی جب چاہے ناممکن کو ممکن کر دکھائے۔

یوں تو ہر نبی و رسول کو خداوند عالم نے وقت اور حالات کے لحاظ سے خاص خاص معجزے

عطا فرمائے تھے۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام کو یدبیضا اور عصائے موسیٰ۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو احیائے موتیٰ وغیرہ۔ مگر ہمارے سردار دو عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آخری نبی تھے اور آپ کے بعد اور کوئی نبی آنے والا نہ تھا اس لیے آپ کو ایک ایسا معجزہ عطا فرمایا گیا جو ہمیشہ زندہ اور باقی رہنے والا ہے، جو ابدالاباد تک اپنی شان اعجاز دکھا کر آپ کی نبوت کا ثبوت پیش کرتا رہیگا۔ حق کو حق اور باطل کو باطل کرکے دکھاتا رہیگا۔ اور جس کی موجودگی میں دنیا کو کسی نبی کی حاجت ہی پیش نہ آئے گی۔ وہ معجزہ یہی قرآن مجید ہے اور اُس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ ○

شب کو محفل میں ہر اک مہ پارہ گرم لاف تھا
صبح وہ خورشید رو نکلا تو مطلع صاف تھا

محققین کی آراء

(۱) بعض فرقۂ معتزلہ کے نزدیک قرآن مجید با عتبار اپنے حسنِ ترتیب و نظم و تسلسل کلام کے معجزہ ہے کیونکہ اس کا اسلوبِ بیان تمام کلام عرب کے نظم و نثر سے نرالا۔ انوکھا۔ جدت و پاکیزگی لیئے ہوئے ہے اور کیوں نہ ہو آخر اُس شہنشاہ حقیقی کا کلام ہی جس کی شان لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ اور کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ ہے، جیسا وہ سب سے بزرگ و بالا۔ برتر و اعلیٰ ہے ویسا ہی اُس کا کلام بھی بلند پایہ و افضل و ارفع ہے۔

(۲) اشاعرہ اور جاحظ کے نزدیک وجہ اعجاز قرآن اس کی بینظیر فصاحت و بلاغت ہے۔

(۳) بعض متکلمین کے نزدیک غیب کی سچی خبریں دینے کے باعث قرآن مجید معجزہ ہے۔ جیسا کہ آیہ کریمہ غُلِبَتِ الرُّوْمُ سے ظاہر ہے (ملاحظہ ہو الاتقان للسیوطی صـ۱۲۲)۔

(۴) بعض کے خیال میں وجہ اعجاز قرآن پاک یہ ہے کہ وہ دلوں کے بھید ظاہر کرتا ہے۔ جیسا کہ آیہ کریمہ:۔ اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْکُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰہُ وَلِیُّھُمَا الخ

سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنگ احد میں دو گروہوں نے بزدلی کی تو اللہ برتر نے اُن کی طرف اشارہ فرما دیا۔

(۵) بعض کا خیال ہے کہ قرآن مجید اس لیے معجزہ ہے کہ وہ رسولِ اُمی صلعم (فداہٗ ابی و اُمی) کی زبان فیض ترجمان سے نکلا ہے اور بے پایاں خوبیاں رکھتا ہے۔

(۶) بعض کے نزدیک وجہ اعجاز قرآن یہ ہے کہ انسان کے کلام میں حشو و زوائد، نقص و تطویل وغیرہ ہر قسم کا حسن و قبح ہوتا ہے۔ بخلاف قرآن شریف کے کہ وہ باوجود ایک طویل کلام ہونے کے بھی نہایت حُسن صحت سے شروع ہو کر آخر تک ایک ہی سلک میں مُنسلک ہے۔

(۷) کلام مجید چونکہ نہایت موثر ہے اور اپنے اندر ایک خاص قسم کی جاذبیت رکھتا ہے اس لیے وہ معجزہ ہے

(۸) عند البعض۔ قرآن مجید کے تمام احکام و ارشادات نہایت مستحکم اور کلی قوانین ہیں لہذا وہ معجزہ ہے۔

(۹) نظام معتزلی و ابن حزم ظاہری کا مذہب ہے کہ وجہ اعجاز قرآن مجید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام فصحا و بلغائے عرب و عجم سے اس بات کی قوت سلب کر لی تھی کہ وہ فرقان حمید کے مقابلہ میں کچھ اپنا کلام پیش کر سکیں (الفصل فی الملل والنحل لابن حزم صـ۱۱)

(۱۰) بعض محققین علماء و فضلاء کا خیال ہے کہ قرآن مجید میں چونکہ تناقض و اختلاف اور کسی قسم کا نقص نہیں ہے اس لیے وہ معجزہ ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی و امام فخر الدین رازی رحمہما اللہ نے نظام معتزلی وغیرہ کے خیالات کی بڑے شد و مد سے تردید کی ہے۔ اور بات بھی یہی ہے کہ نظّام کا مذہب غلط اور سراسر غلط ہے۔ کیونکہ جب خداوند تعالیٰ نے اُن سے قوت معارضہ ہی سلب کر لی تو اللہ معجز ہوا نہ کہ قرآن شریف۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ نے

تو فصحاء و بلغاءِ عرب کو اُن کے دعویدار فصاحت و بلاغت ہونے کی بنا پر چیلنج دیتا ہے۔

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِیۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝ سُوۡرَۂ بقرہ ع ۳	اور اگر تم لوگ شک میں ہو اس کتاب (قرآن) کی نسبت جو ہم نے اپنے بندے (محمدؐ صلعم) پر اتاری ہے تو پھر تم اس کی مثل ایک سورت ہی بنا لاؤ اور اپنے حمائتیوں کو بھی بُلا لو جو خدا کے علاوہ ہیں اگر تم سچے ہو-۱۲

اور دوسری جگہ تو نہایت زور کے ساتھ صاف صاف فرمادیا۔

قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰۤى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا يَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِيۡرًا ۝	یعنی اے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہدیجیے کہ اگر جن و انسان ملکر بھی زور لگائیں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں تب بھی ہرگز نہیں لاسکتے اگرچہ وہ اس کام میں ایک دوسرے کے مددگار بھی ہوں۔

اس سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ معتزلہ وغیرہ کے خیالات علمی نقطۂ نظر سے بالکل کمزور ہیں۔ چنانچہ امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ بھی الزامی طور پر جواب دیتے ہیں کہ اگر اہل عرب اللہ تعالیٰ کے عاجز کر دینے سے معارضہ کی تاب نہ لاسکے تو اُن کے دلوں میں پھر قرآن شریف کی غایت درجہ عظمت و شان کیوں تھی (نہایۃ الاعجاز صفحہ ۷)

مختصر کے نزدیک اقوال علماء میں تو ضرور اختلاف ہے مگر نفس اعجاز قرآن من حیث ہو ہو کے لحاظ سے جملہ اسلامی فرقے اعجاز قرآن کے قائل ہیں۔ بلکہ اغیار بھی قرآن کی فصاحت و بلاغت وغیرہ کا لوہا مانتے ہیں۔ جیسا کہ ترجمان القرآن میں پہلے شائع ہوچکا ہے۔

عِبَارَاتُنَا شَتّٰى وَحُسۡنُكَ وَاحِدٌ
وَكُلٌّ اِلٰى ذَاكَ الۡجَمَالِ يُشِيۡرُ

فضائل تلاوت قرآن

حدیث :- عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تَعَلَّمُوا القُرانَ فَاقرَءُوہُ

یعنی پہلے قرآن مجید کا علم حاصل کرو پھر اس کو پڑھو (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ)

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید کی ایک آیۃ سمجھکر پڑھے گا اس کو سو رکعت نماز نفل کا ثواب ملے گا۔

(۳) سرورِ عالم صلعم فرماتے ہیں کہ میری امت کی سب سے افضل عبادت قرآن مجید کی تلاوت ہے۔

(۴) اہل اللہ خاص اہلِ قرآن ہی ہیں (یعنی قرآن کے پڑھنے اور عمل کرنے والے)

(۵) تم میں سے بہتر وہ شخص ہے کہ قرآن شریف خود سیکھے اور لوگوں کو سکھائے۔

(۶) اللہ تعالیٰ قرآن پڑھنے والے کی طرف سب سے زیادہ توجہ کرتا ہے۔ کیونکہ قاری قرآن گویا خدا سے باتیں کرتا ہے۔

(۷) جس نے قرآن پڑھا اُسے ہر حرف پر اتنا ثواب ملیگا جو دوسرے اعمال سے دس حصے زیادہ ہوگا

(۸) رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قرآن شریف پڑھا کرو جو اپنے پڑھنے والوں کی قیامت کے روز شفاعت کریگا۔

(۹) ایک مرتبہ ارشاد نبوی صلعم ہوا کہ انسان کے دل میں لوہے کی طرح زنگ آجاتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اُس کو کیونکر دور کیا جائے۔ فرمایا کہ قرآن کی تلاوت اُس کو دور کرتی ہے اور پھر دل کو مجلا کردیتی ہے جیسا کہ تائب توبہ کے بعد پاک و صاف ہوکر اللہ کا مقبول بندہ بن جاتا ہے۔

(۱۰) حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز میں کلام مجید کھڑے ہوکر پڑھے اُس کو ہر حرف کے بدلے سو نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور جو بیٹھکر نماز میں پڑھے اُسے پچاس نیکیوں کا اور جو شخص نماز کے علاوہ با وضو پڑھے تو اُس کو پچیس ۲۵ نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور اگر بے وضو پڑھے تو دس نیکیوں کا۔

(ا) قرآن مجید بے وضو پڑھنا جائز ہے مگر چھونا ممنوع ۔ لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ؕ

الآیۃ۔ البتہ اگر کپڑے میں ہو تو مضایقہ نہیں عند الفقہا ۔

(ب) قرآن مجید بفحوائے آیۃ کریمہ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ جس وقت پڑھے تو اول اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ پڑھکر تلاوت کرے ۔

(ج) قرآن مجید پڑھتے ہیں اگر مجبوراً کسی سے کلام کرنے کی ضرورت ہو تو بھی اعوذ باللہ الخ پڑھکر آگے کو پڑھے اگر بحالت تخیظ وغضب اعوذ باللہ الخ پڑھ لے تو غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے (نسائی)

(د) قرآن مجید کو بحالت جنابت چھونا اور پڑھنا منع ہے ۔

(۱۱) ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دل میں قرآن ہو اس پر اللہ تعالیٰ عذاب نہیں فرماتا یعنی حافظ قرآن پر بشرطیکہ بے عمل اور مشرک نہ ہو ۔

مسئلہ ۔ اجرت پر قرآن مجید پڑھانا درست ہے (لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ الآیۃ

(۱۲) حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھو ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے ۔

(۱۳) جناب امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواہ قرآن شریف بمعنی سمجھکر پڑھا جائے یا معنی معلوم نہ ہوں دونوں حالتوں میں تقرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے ۔

(۱۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیۃ جنت کا درجہ رکھتی ہے اور قرآن تمہارے گھر کا چراغ ہے ۔ جس گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے وہ گھر نیکیوں سے بھر جاتا ہے ۔

(۱۵) حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی قرآن پڑھتا ہے تو فرشتے اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتے ہیں ۔

(۱۶) جو مومن قرآن مجید پڑھا ہوا ہے اس کو دس آیات کم از کم روزانہ پڑھنی چاہئیں ۔

مگر افسوس صد افسوس ہمارے آجکل کے اکثر امیر اُمرا، اول تو قرآن مجید پڑھے ہوئے نہیں ہیں اور بعض پڑھے بھی ہیں تو وہ پڑھتے ہوئے شرماتے ہیں۔ غربا میں بھی آج کل قرآن شریف کا پڑھنا رسماً رہ گیا ہے مثلاً گیارہویں بارہویں یا کسی کے پھولوں (زیارت) ہیں۔ دہم چہلم ششماہی برسی ہیں یا کوئی مریض ہو۔ اور وہ بھی ناجائز طریقہ سے کہ کچھ لوگ مسجد یا کسی مکان میں جمع ہو کر باہم چلا چلا کر پڑھتے ہیں جس سے اور گنہگار ہوتے ہیں۔ کیونکہ باری عزاسمہٗ کا تو یہ حکم ہے کہ جب قرآن مجید پڑھا جائے تو تم اُس کو سُنو اس میں تمہارے واسطے بہتری ہے۔ (اذا قرء القران فاستمعوا له وانصتوا)۔ چنانچہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیۃ کا عام حکم متصور کر کے فاتحہ خلف الامام تک کو منع فرمایا ہے۔ لیکن ہمارے حنفی بھائی من وجہ تو مقلد ہیں اور من وجہ غیر مقلد بلکہ اپنی طبیعت اور اغراض کے بندے ہیں۔ کیونکہ جب سب لوگ آپس میں قرآن پڑھیں گے تو کیونکر سن سکینگے۔

آدابِ تلاوتِ قرآن

قرآن مجید کی تلاوت کا سب سے پہلا ادب یہ ہے کہ پڑھنے والا باوضو نہایت ادب کے ساتھ قبلہ رو گردن جھکا کر بیٹھے تکیہ وغیرہ نہ لگائے نشست میں نخوت و غرور کا شائبہ تک نہ ہو۔

(۲) کلام مجید کو رحل یا پاک صاف تکیہ وغیرہ پر رکھے۔ آیات قرآنی کو باترتیل ٹھہر ٹھہر کر زیر زبر کی صحت کے ساتھ اس طرح پڑھے کہ حروف اپنے صحیح مخارج سے ادا ہوں اور ہر لفظ صاف طور سے سُنائی دے۔

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سرکار دو عالم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن ایک ہفتہ میں ختم کیا کرو

(۴) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہفتہ میں کلام مجید کو اس طرح ختم فرماتے تھے۔ کہ شب جمعہ کو شروع سے سورۂ مائدہ تک شنبہ کی رات کو سورۂ انعام سے سورہ ہود تک۔ یکشنبہ کی شب کو سورۂ یوسف سے سورۂ مریم تک اور دوشنبہ کی رات کو سورۂ طٰہٰ سے قصص تک سہ شنبہ کی شب کو سورۂ عنکبوت سے صٓ تک چہارشنبہ کی رات کو زمر سے سورۂ رحمٰن تک پنجشنبہ کی شب کو سورۂ واقعہ سے آخر تک تلاوت کرتے

(۵) اب اگر کوئی شخص قرآن مجید کے معنی جاننا ہو یا معنی سمجھنے کی غرض سے ترجمے کے ساتھ

اس سے بھی زیادہ توقف کے ساتھ پڑھے ۔ تو اور بھی زیادہ باعث ثواب و فلاح دارین ہے

(۶) بعض کے نزدیک کم از کم تین روز میں بھی قرآن مجید کو تلاوۃً تراویح وغیرہ میں پڑھنا درست ہے

گر رمضان شریف میں بعض حفاظ شبینہ کے نام سے جرات بھر میں قرآن مجید کو ختم کرتے ہیں وہ تکلیف مالا یطاق

اور بے ثبوت ہے ۔

(۷) قرآن شریف کی تلاوت میں رونا مستحب ہے حضور اقدس صلعم نے فرمایا ہے کہ قرآن کو پڑھو اور

گریہ کرو ورنہ کم از کم رونے کی ہیئت ہی اختیار کرو ۔ خاصکر آیات عذاب تہدید ۔ وعید ۔ عہد و میثاق اور

اوامر و نواہی کے وقت کہ خلوص اور عاجزی مترشح ہو ۔ رونا رحمت الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا ذریعہ ہے

(۸) جب سجدے کی آیتوں میں سے کوئی آیۃ آئے تو کمال عجز کے ساتھ ایک سجدہ کرے ۔

(۹) تلاوت قرآن مجید کی ابتدا اعوذ باللہ الخ سے کرے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا

ہے اور جب تلاوت ختم کرے تو صدق اللہ العلی العظیم ۔ کہے ۔

بہر حال تلاوت قرآن خلوص نیت کے ساتھ ہونا چاہیئے ۔ خواہ آواز سے پڑھے ۔

خواہ آہستہ ۔ لیکن ایسے مواقع پر کہ لوگ اپنی باتوں میں ہوں یا سفر ریل وغیرہ میں تو آہستہ

پڑھنا ضروری ہے ۔ اگر سامعین قاری کی طرف متوجہ ہوں تو آواز سے پڑھنا چاہیئے ۔

اور تنہائی میں اختیار ہے خواہ آہستہ پڑھے ۔ جیسا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رات

کو تلاوت کرتے تھے ۔ خواہ آواز سے پڑھے ۔ جیسا کہ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رات کو پڑھتے تھے ۔

(۱۰) حضرت جبرئیل علیہ السلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سال میں

ایک بار دورہ کراتے تھے ۔ اور آخر سال میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مرتبہ قران کا دور کرایا ۔

پس اگر ہم امتیان محمد صلعم بھی کم از کم سال میں دو مرتبہ قرآن مجید کو پڑھ لیا کریں کہ ایک بار

رمضان شریف میں اور ایک بار باقی گیارہ میں تو بہت کافی ہے۔ (انشاءاللہ تعالیٰ۔)

(۱۱) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تفسیر اور مطلب کو بغیر دریافت کیے حضور انور صلعم سے اپنی طرف سے نہیں فرماتے تھے۔ پس قرآن مجید کے معنی اپنی طرف سے یا سنے سنائے بیان کرنا اور بالخصوص تاویلات کرنا بڑا گناہ ہے۔

مسودہ قانون حقوق ازدواج اہل اسلام

(جناب خلیل الزماں صاحب صدیقی بیرسٹرایٹ لانے حیدرآباد کی مجلس وضع آئین و قوانین میں مسلمان عورتوں کے حقوق ازدواجی کی حفاظت کے لیے ایک مسودہ پیش کیا ہے جس کو یہاں بجنسہ درج کیا جاتا ہے۔ اشاعت آئندہ میں اس پر شرعی نقطۂ نظر سے مفصل بحث کی جائے گی۔ ایڈیٹر)۔

تمہید

ہرگاہ قرین مصلحت ہے کہ بعض امور مندرجہ احکام شرع شریف متعلقہ حقوق زوجین کی مزید وضاحت وصراحت کردی جائے لہٰذا حسب ذیل حکم ہوتا ہے:-

مختصر نام وتاریخ

دفعہ ۱۔ یہ قانون بنام قانون حقوق ازدواج اہل اسلام موسوم ہوسکیگا۔ اور تاریخ اشاعت جریدہ سے ممالک محروسہ سرکار عالی میں نافذ ہوگا۔

ب۔ اور ہر ایسے مقدمہ یا کارروائی سے متعلق ہوگا جو تاریخ نفاذ قانون ہذا پر زیر تحقیقات یا تجویز ہو یا نفاذ قانون ہذا کے بعد دائر یا پیش ہو اور جس کا تصفیہ حسب احکام شرع شریعت ہونا چاہیے لیکن کسی ایسے فیصلہ یا تجویز اور اوس کی تعمیل پر موثر نہ ہوگا جو قبل نفاذ قانون ہذا صادر ہوکر قطعی ہوچکی ہو۔

دعاوی فسخ نکاح وتفریق

دفعہ ۲۔ کسی دعوے میں جو زوجہ کی جانب سے فسخ نکاح یا تفریق کی غرض سے دائر کیا جائے حسب ذیل وجوہ بغرض انفساخ نکاح یا تفریق کے کے لیے کافی متصور ہوں گے۔

الف۔ شوہر۔ (۱) عنین، خصی یا مجبوب ہو۔

(۲) مجذوم یا مبروص ہو یا کسی سخت مرض میں ایک سال سے زائد عرصہ سے

مبتلا ہو کر اعادۂ حقوق زن و شوئی نہ کر سکے یا تعلق مذکور کا برقرار رکھنا زوجہ کے لیے سخت مضر صحت ہو اور ظلم کی حد تک پہونچتا ہو۔

لیکن شرط یہ ہے کہ جب شوہر بوقت نکاح عوارض صدر سے کسی میں مبتلا تھا اور زوجہ کو اس وقت اس کا علم تھا تو وہ مہر سے دست بردار ہو جائے۔

ب۔ جب شوہر مفقود الخبر ہو یا طویل مدت کے لیے سزا پا کر قید ہو گیا ہو اور جائداد شوہری بقدر کفالت نان و نفقہ زوجہ کے قبضہ میں ہو یا جب اس نے اس کا معقول انتظام کیا ہو تو تاریخ مفقود الخبری یا قید سے چار سال گذر گئے ہوں۔

لیکن شرط یہ ہے کہ جب عدالت کی رائے میں کوئی دادرسی شوہر کے طویل مدت کے لیے قید ہو جانے کی بنا پر عطا کرنا مہر کی تخفیف کے ساتھ قرین معدلت ہو اور اس پر زوجہ رضامند نہ ہو تو عدالت دادرسی دینے سے انکار کر سکیگی۔

ج۔ جب شوہر کی بدسلوکی زوجہ کے ساتھ ظالمانہ ہو (توضیح۔ شوہر کا زوجہ کے پاس نہ جانا یا عدم ادائی نفقہ یا عدم قابلیت ادائی نفقہ بلحاظ جملہ حالات ایسی بدسلوکی کی حد تک پہونچ سکیگا جو ظالمانہ ہو)

ضابطہ بصورت مفقود الخبری

دفعہ ۳۔ عدالت پر لازم ہوگا کہ مفقود الخبری (حسب دفعہ ۲ ضمن ب) کی بنا پر کسی دادرسی کے عطا کرنے کے قبل جب ممکن ہو شخص مفقود الخبر کے قرابتدار و ورثاء میں سے اگر ہوں کسی ایک یا زاید کا بیان بغرض انکشاف حالات قلمبند کرے۔

بعض صورتوں میں تخفیف مہر

دفعہ ۴۔ جب شوہر کی جانب سے زوجہ کو طلاق دی جائے اور زوجہ کسی مرض مندرجہ دفعہ ۲ ضمن الف ۲ میں قبل نکاح مبتلا تھی اور اس وقت شوہر کو اس کا علم نہ تھا اور نہ وہ اس پر رضامند تھا تو شوہر پر صرف ایک ربع دینار مہر عائد ہوگا۔ اور

بقیہ ساقط ہوگا۔

احکام نسبت خیار بلوغ جب نکاح باپ دادا کے سوا کسی اور نے کیا ہو۔	دفعہ ۵۔ جب نکاح زمانہ نابالغی میں باپ دادا کے سوا کسی اور شخص کی ولایت سے عمل میں لایا گیا ہو تو نکاح اُس وقت تک قابل نفاذ نہ ہوگا جبتک کہ نابالغ سن بلوغ کو پہونچکر نکاح قولاً یا فعلاً تسلیم نہ کرے۔
احکام نسبت تفریق جب نکاح نابالغ کے باپ دادا نے کیا ہو۔	دفعہ ۶۔ جب کسی شخص کی جانب سے جس کا نکاح باپ دادا نے زمانۂ نابالغی میں کیا ہو دعویٰ بغرض فسخ نکاح و تفریق سن بلوغ پر پہونچنے کے بعد بلا غیر ضروری تعویق پیش کیا جائے اور عدالت کی رائے میں ایسا

نکاح دعویدار کے حق میں مضر ہے تو عدالت دادرسی فسخ نکاح و تفریق عطا کر سکیگی۔
لیکن شرط یہ ہے کہ ایسی کوئی دادرسی عطا نہ ہوگی۔ اگر دعویدار نے سن بلوغ کو پہونچکر قولاً یا فعلاً نکاح کو تسلیم کرلیا ہو لیکن یہ بھی شرط ہے کہ ایسا دعویٰ زوجہ کی جانب سے پیش ہو تو وہ مہر سے دست بردار ہو جائے

بدنیتی سے انسداد اختیار کرنا	دفعہ ۷۔ ایسا انسداد جو حقوق زن و شوئی سے گریز کرنیکی نیت سے یا انفساخ نکاح یا تفریق کی غرض سے اختیار کیا گیا ہو نا قابل لحاظ ہوگا فقط

خلیل الزماں صدیقی
بیرسٹر ایٹ لا
(رکن مجلس وضع قوانین وغیرہ)

وجوہ و فحواء

جس طرح شوہر کا حق زوجہ پر ہے اسی طرح اُس کا حق شوہر پر ہے اور پھر تاکید ہے کہ شوہر اپنی زوجہ کے ساتھ نیکی۔ شرافت۔ احسان۔ ہمدردی کا سلوک کرے۔ سورہ بقرہ و سورہ طلاق میں بھی ان احکام کا اعادہ کیا گیا ہے۔ ان آیات کریمہ سے واضح ہے کہ شوہر کے لیے صرف دو صورتیں قرار دی گئی ہیں۔ یا تو اُس کو اپنی زوجیت میں رکھکر اُس کے حقوق ادا کرے یا شریفانہ طور پر اُس کو چھوڑ دے بمقدمہ مبارک النساء بیگم بنام سید اشرف احمد مندرجہ نظائر جوڈیشل کمیٹی صفحہ ۱۳۵۲ نواب صدیق یار جنگ بہادر ان مسائل پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اگر وہ ایسا نہ کرے تو یہ ظلم صریح و عظیم اور حکم شریعت سے عدول ہے۔" اس وجہ سے ان صورتوں میں قاضی مجاز ہے کہ وہ اس عورت کو مضرت سے بچانے کے لیئے نکاح کو فسخ کردے اور اُس کی راہ کھولدے اور اگر عورت کی زیادتی ہے تو خلع سے اور مرد کی ہے تو تفریق سے علیحدگی کردے۔ اگر شوہر طلاق نہ دے تو یہ ظلم ہوگا۔ پس رفع ظلم کے لیئے قاضی شوہر کا نائب ہوجائیگا۔

حضرت ابو حنیفہ کے سوا بقیہ یعنی جمہور کا مذہب یہی ہے۔ انہوں نے اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے طلاق و تفریق کے معاملات میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے۔ لیکن حنفی مفتی کو اجازت ہے کہ وہ "مصلحت اور ضرورت رفع مضرت" کو محسوس کرتا ہے تو بلا تامل دوسرے امام (مالک۔ شافعی) کی تقلید کرے۔ سب فقہا نے اس کی اجازت دی ہے کہ بوقت ضرورت دوسرے مذہب پر فتوے دیا جا سکتا ہے چنانچہ مفقود الخبر شوہر کے مسئلہ میں امام مالک کی تقلید دوسری جماعتوں نے بھی کی ہے۔ فیصلہ متذکرہ صدر میں قاضی کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ "حاکم وہ شخص ہے جو سلطان کی طرف سے

معین وقائم کیا جاتا ہے کہ وہ مخاصمت اور دعاوی جو لوگوں میں واقع ہوتے ہیں ان کا فیصلہ اور قطع و استیصال کرے احکام مشروعہ کی توفیق کے لیے"۔

مقدمۂ مذکور میں راجہ بہادر پنڈت گرراؤ صاحب نے بحیثیت حاکم ابتدائی مجلس عالیہ عدالت فسخ نکاح و تفریق کی ڈگری بحق زوجہ صادر کی تھی اور مسٹر امیر علی صاحب مرحوم کے تصانیف کا حوالہ دیتے ہوئے یہ رائے ظاہر فرمائی تھی کہ "قاضی کے طلاق پڑنے کا حق ایک حدیث صحیح پر مبنی ہے جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی عورت کے نکاح سے نقصان ہو تو اس کو فسخ کرنا چاہیئے"۔ بنا راضی تجویز عدر شوہر کی جانب سے مجلس عالیہ عدالت میں مرافعہ ہوا اور منظوری مرافعہ دعوئ مدعیہ مختلف وجوہ سے خارج فرما دیا گیا۔ لیکن جوڈیشل کمیٹی سے تجویز مجلس عالیہ عدالت صیغہ مرافعہ منسوخ اور تجویز ابتدائی بحال رہی۔

جوڈیشل کمیٹی کی رائے پیشگاہ خداوندی سے ذریعہ فرمان مبارک مورخہ ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۵۱ھ منظور ہوئی۔ اور مسائل زیر بحث پر جوڈیشل کمیٹی کی مذکورہ تجویز سے کافی روشنی پڑ چکی ہے اور میری دانست میں بھی مسودہ ہذا کی منظوری میں اب کوئی دشواری نہ ہوگی۔ چنانچہ نواب صدیق یار جنگ بہادر نے تجویز فرمایا ہے کہ علمائے مدراس کے فتوے ایک رسالہ کی صورت میں اور مفتی سید عبداللطیف صاحب و محمد میر صاحب وغیرہ و فیضان جامعہ عثمانیہ مولانا عبدالقدیر صاحب و مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی کے فتاوے تائیدی پیش تھے اور چوٹی کے علماء مثلاً ابوالکلام آزاد وغیرہ لفظ بہ لفظ متفق"۔

اگر اس مقدمہ کے خاص حالات نہ ہوتے یعنی یہ کہ "زوجہ کی فی الواقع ۱۲ سال تک شوہر نے رخصت نہیں کرائی تھی نہ خلوت صحیحہ کا موقع آیا تھا۔ مدعیہ شافعی ہوگئی تھی۔ مہر معجل و نفقہ باوجود ڈگریات عدالت ادا نہیں کیا گیا تھا۔ نہ ادائی کی توقع تھی اور بطور واقعہ عدالت نے یہ قرار دیا تھا کہ شوہر کی خواہش فی الواقع زوجہ کو رکھنے کی نہیں تھی بلکہ مہر معاف کرا کر فسخ نکاح کا خواہشمند تھا وغیرہ۔ اگر

یہ سب خاص حالات اس مقدمہ کے نہ ہوتے تو یہ فیصلہ بطورِ نظیر ممکن ہے کافی ہوتا۔ منجملہ تین مجوزین فیصلہ کے ایک ذی علم مجوز نے فیصلہ صادر فرمایا اور بقیہ ذی علم حکام نے نتیجہ سے اتفاق فرمایا ہے۔

ان مسائل پر عوام الناس کو غلط فہمی ہے۔ برٹش انڈیا کے فیصلہ جات اور بعض شارحین کی رائے سے مسئلہ بجائے صاف ہونے کی پیچیدہ ہوگیا ہے نکاح بطور ایک بیع کے تصور کیا گیا ہے۔ مسٹر ملا ہینڈ بُک آف محمڈن لا میں صرف دو صورتیں عورت کے جانب سے بذریعہ عدالت فسخ نکاح کرانے کی بتلاتے ہیں یعنی نامردی (عنین) اور لعان۔ یہی کتب عموماً وکلا و عدالتوں کے استعمال میں رہتی ہیں۔ بہ لحاظ ان کا ڈول کے بھی جو اس بارے میں ہیں ہر عدالت سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ اصلی احکام کے بغور ملاحظہ کے بعد فیصلہ صادر کرے اس مسودہ کا پیش کیا جانا عملی نقطۂ نظر سے اب بے انتہا ضروری ہوگیا ہے۔ چنانچہ ریاست بھوپال میں اس ضرورت کو محسوس کرکے ایک اسی قسم کا قانون نافذ کیا گیا۔

آل انڈیا لیڈیز کانفرنس زیر سرپرستی بیگم صاحبہ بھوپال تھی۔ بیگم صدر یار جنگ بہادر اس کی معتمد ہیں۔ تمام ہندوستان میں اور حیدرآباد میں اس کی شاخیں ہیں۔ اس کو مسلم خواتین ہند کے متحدہ خیالات پیش کرنے کا حق تھا۔ اجلاس یازدہم زیر صدارت لیڈی آسمانجاہ فرخندہ بنیاد میں منعقد ہوا تھا جس میں تمام ہندوستان کے اراکین شریک تھے۔ آبرو بیگم صاحبہ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ خلع کے صاف مسئلہ کو سخت ترین پیچیدہ کر دیا گیا ہے" اور جو قانون ہندوستان کی عدالتوں میں شرع شریف کے نام سے جاری ہے یہ اصلی احکام کے مطابق نہیں ہے" چند سال کی بات ہے کہ مولانا شبلی مرحوم نے انتھک کوشش سے قانون وقف علی الاولاد منظور کرایا تھا"" اس کے متعلق دیوبند کے مشہور علامہ اور محدث مولوی انور شاہ صاحب کے خطبۂ صدارت اجلاس جمعیت العلما سے ایک اقتباس سنا دینا کافی سمجھتی ہوں۔ اگر آج اعداد و شمار سے کام لیا جائے ..... تو ہندوستان میں ایسی عورتوں کی تعداد ..... جو نان شبینہ کو محتاج ہیں ظالم شوہروں نے ان کو معلق بنا کر چھوڑ رکھا ہے لاکھوں تک پہونچی ہے" بیگم صاحبہ موصوفہ نے

ریاست حیدر آباد سے بھی ایک ایسا قانون بنانے کی درخواست کی ہے کہ جس سے خلع طلاق وغیرہ کی مسائل صاف ہو جائیں

کانفرنس مذکور کی تحریک نمبر ۱۳ حسب ذیل ہے:-

"یہ کانفرنس اس امر کی ضرورت محسوس کرتی ہے کہ خلع جو شرع شریف کا ایک اہم مسئلہ ہے جس سے مستورات ضرورت کے وقت کام لے سکتی ہیں مگر چونکہ وہ مروجہ قانون کا جزو نہیں ہے۔ اس لیئے طبقۂ نسواں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہونچ سکتا لہذا اس مسئلہ پر قانون بنانا بہت ضروری ہے یہ کام ممبران کونسل کا ہے ...... ممبران کونسل سے تحریک کی جاتی ہے کہ وہ اس ضروری اور اہم مسئلہ کو قانون میں شامل کرنے کی کوشش فرمادیں" اس مسئلہ کی محرک اور موید ممالک محروسہ سرکار عالی سے دو بیگمات جنابہ مسز امیر حسن صاحبہ و جنابہ مسز ناظر یار جنگ تھیں۔ یہ تحریک بالاتفاق منظور ہوئی۔ اور گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیجی گئی۔ رپورٹ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ تحریک گورنمنٹ سرکار عالی کو بھیجی گئی یا نہیں

مجھکو اس تحریک کے الفاظ سے بحث نہیں ہے بلکہ اس کے اصلی مقصد سے۔ اور میری دانست میں فی زمانہ کانفرنسوں کی اس قدر کثرت ہے کہ ان بیگمات کے خیالات و عقائد کی طرف توجہ دلانا بے موقع نہوگا جنہوں نے اس میں حصہ لیا۔ چنانچہ تحریک نمبر ۲ باوجود مخالفت بہ تائید آبرو بیگم صاحبہ کثرت آراء سے منظور ہوئی کہ" اس کانفرنس کی رائے میں پردہ ہر مسلمان اور شریف خاتون کے لیے نہایت ضروری اور موجب عزت ہے" اور اس کانفرنس کی تمام کارروائی میں سنجیدگی اور اعتدال خاص طور پر نمایاں ہے۔

آل انڈیا ومنس کانفرنس منعقدہ دہلی اور بین الاقوامی ومنس کانفرنس میں جہاں تک اخباری اطلاع کی بناء پر خیال پڑتا ہے اسی قسم کی تحریکات زیر بحث رہیں اور پیش ہونے والی ہیں۔

ان تحریکات مباحث فیصلہ جات و فتاوے سے جن کا حوالہ میں نے ان وجوہ و فحوا میں

دیا ہے۔ اس مسودہ کی ضرورت اور اس تحریک کے مقبول عام ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

اس قسم کے مقدمات اِن غلط فہمیوں کی وجہ سے عدالتوں میں بہت کم رجوع ہوتے ہیں۔ مرد کا یہ خیال کہ وہ عورت کو نکاح میں بلا لحاظ اپنے اعمال کے روک سکتا ہے ملک کے لیے اس قدر خوفناک ہوگیا ہے کہ عورتوں نے اس مشورہ کی بناء پر کہ مظالم شوہری وعدم ادائی نفقہ سے مذہب اسلام میں ان کو خلاصی نہیں۔ تبدیل مذہب کر لیا۔ ایک طلب زوجہ کے مقدمہ میں مجھ سے اس قسم کا مشورہ لیا گیا تھا اتفاق سے زوجہ ایرانی تھی۔ میں نے اس کو ایران چلے جانے کا مشورہ دیا اس نے اس پر عمل کیا۔ فی الواقع تبدیل مذہب کی نیت نہیں ہوتی بلکہ ایک حیلہ نکالا جاتا ہے۔

گذشتہ سال ایک مقدمہ میں دار القضا رابدہ نے ایسے ارتداد کو جو صرف اس نیت سے کیا گیا ہو حقوق شوہری کے زائل ہونے کے لیے کافی تصور نہیں فرمایا۔ دفعہ (۷) انہیں صورتوں کے لیے مسودہ ہذا میں وضع کی گئی ہے۔ اصول مندرجہ دفعہ مذکور کی تائید شرع شریف و نیز نظائر برٹش انڈیا و عام اصول قانون سے بھی ہوتی ہے کہ کسی شخص کو اپنے ایسے فعل سے دوسرے کے حقوق کے مقابلہ میں فائدہ نہ پہنچنا چاہیے جو نیک نیتی پر مبنی نہ ہو اور جو صرف بطور حیلہ کیا گیا ہو۔ اور نہ اس صورت میں عدالت ہائے منصفت دادرسی عطا کرتی ہیں۔ دوسری طرف مرد پر بھی اس غلط فہمی کے اچھے اثرات نہیں پڑے۔

قیس بن ثابت کی بیوی سے جبکہ وہ خلع چاہتی تھی آں حضرتؐ نے فرمایا کہ تم ان کا (شوہر کا) مہر واپس کردوگی؟ اُس نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے قیس سے فرمایا کہ باغ قبول کرو اور انہیں طلاق دو۔ اس کے متعلق پروفیسر مولانا عبدالقدیر صاحب فرماتے ہیں کہ آپ نے ان کو طلاق کا حکم دیا اسی طرح قاضی مناسب سمجھے گا تو شوہر کو خلع کرنے اور مہر کے عوض طلاق دینے کا حکم کریگا اور اُس کی تعمیل کرائیگا یہ روایت لعان کی ہے۔ آنحضرتؐ کے احکام موجود ہیں کہ شوہر پر واجب ہے کہ خرچ دے۔

جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ نفقہ دے یا اگر نفقہ دینے کی استطاعت بھی نہ رکھتا ہو تو الگ کر دے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں زن و شوہر جھگڑتے ہوئے آئے ہر ایک کے ساتھ ان کی طرفدار جماعت تھی آپ نے وجوہ معلوم کر کے طرفین کو حکم مقرر کرنے کا حکم دیا اور جب ہر ایک کے حکم مقرر ہو گئے تو ہدایت کی کہ اگر حالات کا اقتضا ہو تو دونوں کو ملا دو اور اگر تفریق بہتر ہو تو تفریق کرا دو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی ایسے احکام ہوئے ہیں جن سے ان احکام کی تائید ہوتی ہے۔

احکام شرع شریف مسلمانوں کے لیئے ہمیشہ کے واسطے کافی ہیں۔ ان میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں ہے مگر کسی کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ اختلاف کا خوف پیدا کر کے اغراض شرع شریف کی تکمیل و تعمیل میں مزاحم ہو۔ یہ مسودہ ان مسودوں کی طرح نہیں ہے جن سے مسلمانوں کو اختلاف ہو اگر کسی ایسے قانون پر جو مسلمانوں کو احکام شریعت کی تابع کرے اعتراض ہو سکتا ہے تو اس پر بھی۔ سارد ا ایکٹ جو اس وقت عارضی طور پر ملتوی ہے ایک خاص نقطہ نظر پر مبنی تھا اور صحیح یا غلط طور پر بعض مسلمانوں کو بعد میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اس میں کوئی چیز احکام اسلام کے خلاف نہیں ہے۔ لیکن یہاں اس مسودہ کی غرض ہی صرف تعمیل احکام شرع شریف ہے۔ تفریق اور طلاق اگر ناپسندیدہ ہے تو ظلم حرام ہے۔ اگر نتائج قیام و فسخ ازدواج کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا جائے سورۃ مائدہ آیت ۲۸ و ۲۹ متعلق ہے جہاں پر حکم ہے کہ دو شروں میں سے خفیف تر شر اختیار کیا جائے۔

اس مسودہ کے منظور ہو جانے سے اس بارے میں دوسرے قوانین کے وقت بے وقت نافذ ہو جانیکا اندیشہ نہ رہیگا۔ جو احکام شرع کے مطابق نہ ہوں یا ان کی تعمیل کرنا ان کا مقصود نہ ہو سارد ا ایکٹ بھی بہ لحاظ دفعات (۵) و (۶) مسلمانوں کی حد تک غیر متعلق ہو جاتا ہے۔

معاشرتی و تمدنی ترقی کے لیئے عورت کا مرد سے ہم خیال رہنا ایک زبردست نشان اولاد کی تمدنی اور معاشرتی زندگی کی ترقی کا ہو سکتا ہے۔ اگر عورت خواہ کسی مرد سے اولاد رکھتی ہو یا

نہیں مرد کے مظالم سے بے جا پریشان ہے تو یہ لازمی نتیجہ ہوگا کہ اگر وہ صاحب اولاد ہے تو اولاد کی بدبختی بھی اس کے ساتھ لگی رہے گی اور اگر صاحب اولاد ہونے سے پہلے اس ظلم ناروا کا شکار ہو گئی ہے تو اس کی پرالم زندگی دلخراش ہوگی۔ ازدواجی زندگی اور اولاد کا اثر سوسائٹی پر اس قدر زبردست ہے کہ ایسی سوسائٹی کمزور اور بے اثر ہو جاتی ہے۔

مردوں کو اس وجہ سے کہ وہ اس صنف کی حفاظت ناموس وصحت وآسائش کے ذمہ دار ہیں اور سینیر پارٹنرز (SENIOR.PARTNER) کی حیثیت رکھتے ہیں شرع شریعت نے ہدایت دی ہے کہ حسن سلوک سے انہیں اپنا بنا لیں اور اگر ان میں کسی وقت اسباب ناراضگی کا پیدا ہونا ناقابل اندفاع ہو تو اسباب معقول کے پیش نظر ان کو عقد کی پابندیوں سے آزادی دی جائے۔

میرے خیال میں اہل سنت والجماعت میں تعبیر احکام میں جو طریقہ خیال کیا جاتا ہے اس کا سبب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ شرعی قاضی کو ایسے شوہر کا ظلم دور کرنے کا حکم تھا جو زوجہ پر مظالم کرے اور یہ شرعی قوانین تعزیری کی رو سے وہ کر سکتا تھا جو اب باقی نہیں رہا اور نہ وہ صورت اب متعلق ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ شوہر تعزیر سے بچ کر اپنے آپ کو ان معاملات میں عقاب کی حد تک آزاد سمجھنے لگا۔

سنت والجماعت کے ائمہ کبار میں ان ائمہ کا اجتہاد جس سے مرد کے مظالم کا انسداد کیا گیا ہو زیادہ پسندیدہ نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور یہ بھی ایک اصول ہے کہ بصورت اختلاف فتاوے ایسے فتاوی پر عمل کیا جائے جتنے ظلم دور ہو جن سے کمترین مضرت پہونچے آیات سورہ مائدہ تذکرۂ صدر)

فقہا نے ایسی بندشوں سے خلاصی کیلئے جو نکاح سے عائد ہوتی ہیں۔ ظلم ناروا، مرض لاعلاج وبدسلوکی۔ و مفقود الخبری وغیرہ اشکال میں اس امر کی اجازت دی ہے کہ ان میں طلاق

وخلع وتفریق کی سہولتیں پیدا ہوں

اس مسودہ کے مرتب کرنے میں تفصیلات کو عمداً ترک کیا گیا ہے اور ایسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں کہ عدالتیں انصاف اصلی کرسکیں اور مظالم کا انسداد ہو۔ اس کا موقع نہ رہے کہ حیلے حوالے سے دشواریوں یا لفظی مباحث پر احکام شرع شریف کی تعمیل میں رکاوٹیں پیدا کی جائیں۔

خیار بلوغ وتبدیل مذہب کے متعلق دفعات بھی اس لحاظ سے رکھے گئے ہیں۔

عدالت کے اختیارات ایسے محدود یا معین نہ ہونا چاہیے کہ کسی خاص حالت میں جو وضعان قانون کے اس وقت پیش نظر نہ ہوں عدالتیں انصاف نہ کرسکیں۔ بلکہ عدالتوں کو نہایت آزادی کے ساتھ حسب احکام شرع شریف ان امور میں فیصلہ کے ذریعہ انصاف کرنے کا موقع ملنا چاہیے اور یہ رعایا کا حق اور حکومت اور واضعان قانون کا فرض ہے۔ چنانچہ شرع شریف نے قاضی یا حکم یعنی ایسے قاضی کے جو فی الواقع فصل خصومات کا کام کرتا ہو فتاوی کو زیادہ قابل عمل خیال کیا ہے۔ ایسی بناء پر امام ابو یوسف کے فتاوی مرجح سمجھے گئے۔

اس مسودہ میں کوئی مکمل ضابطہ بنانے کی کوشش نہیں کی گئی ہے اس معنی میں کہ دوسرے اشکال تفریق مثلاً لعان وغیرہ کی صراحت نہیں ہے۔ مہر۔ نفقہ۔ عدت۔ رضاعت۔ ولایت۔ حضانت کے نتائج جو احکام قانون ہذا سے متعلق پیدا ہوں گے ان کی بھی صراحت کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کے لیے احکام شرع شریف کافی ہیں۔

دفعہ (۶) یعنی خیار بلوغ کی صورت میں عورت کو حق مہر نہ ہوگا۔ دفعہ ۳ میں اس کی حفاظت کی گئی ہے کہ عدالتیں عورتوں کے یک طرفہ بیانات پر تجاویز صادر نہ کریں۔

ایک خیال یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ چونکہ نکاح کی گرہ کا منقطع کرنا نہایت ناپسندیدہ نظر سے دیکھا جاتا ہے اور زوجین میں بصورت نزاعات صلح احسن ہے۔ اس لیے کافی موانع اور مدت تصفیہ نزاعات

باہمی کا ملنا چاہیئے جس کی تائید روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے اور نہ اس سے کسی کو اختلاف ہوسکتا ہے۔ مسودہ ہذا میں اس کی جملہ حالات کے اعتبار سے کافی گنجائش ہے۔ الفاظ ایسے استعمال کئے گئے ہیں کہ کسی انفرادی واقعہ یا محض چند واقعات سے جب آئندہ بہتری کی توقع قوی ہو ان اختیارات کا نفاذ نہ کیا جائے۔ تعبیر قانون کے اصولوں سے جو واقفیت رکھتے ہیں وہ اس کو محسوس کرینگے یہ بھی مدنظر رہے کہ موجودہ تنظیم وضابطہ عدالتی میں عدالت کا کوئی ذاتی دلچسپی لینا پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھا جاتا لیکن ضابطہ اور عدالتہائے مرافعہ کی جکڑبندیاں موجود ہیں جو پہلے نہ تھیں۔

عدالتی تجربہ کی بنا پر بلا شبہ کہہ سکتا ہوں کہ ہر مقدمہ میں عدالت ضلع بیرون عدالت کو موجودہ ضابطہ کے تحت نہ صرف پسندیدہ نظر سے دیکھتی ہے بلکہ جب بلا مزید طوالت فیصلہ پر آمادہ ہوجاتی ہے تو اس وقت بھی اس بنا پر کہ فریقین میں مصالحت کا امکان ہے مواقع دینے سے انکار نہیں کیا جاتا موجودہ ضابطہ نے مقدمات کا دوران لازمی طور پر ایسا رکھا ہے اور ایسے مواقع فریقین کو ایک دوسرے کا مقدمہ معلوم کرنے۔ جوابدہی کرنے شہادت پیش کرنے وغیرہ کے دیئے ہیں کہ اس بارے میں شکایات کی گنجائش نہیں ہے۔ ضابطہ مقدمات دیوانی ابتدائی مرافعہ نگرانی تجویز ثانی کے ایسے مختلف مدارج ہیں کہ مقدمہ بازی کو ایک قیمتی شوق بھی کہا گیا ہے جہاں امکان صلح ہو اول تو مقدمہ دائر کرنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی نوٹس و ترتیب عرضی دعوے کی نوبت ہی پر نزاع ختم ہوجائے گی یا کم سے کم مقدمہ مدارج آخری طے نہ کرسکیگا۔ البتہ جہاں پر درخواست یا استغاثہ گذرتے ہی فوراً کسی کارروائی کے قطعی طور پر طے ہوجانے کا اندیشہ ہو وہاں پر ایسے قیود ضروری ہیں۔ ایسے قیود میری دانست میں احکام قانونی اضافی یعنی ضابطہ ہیں نہ کہ جزو قانون اصلی۔

بہمہ وجوہ اس مسودہ کے پیش کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے فقط ۸ دے ۱۳۳۳ف

خلیل الزماں صدیقی بیرسٹر (رکن مجلس وضع قوانین وغیرہ)

بھوپال کا ضابطۂ تحفظ حقوق زوجین

تقریباً دو سال ہوئے کہ سرکار بھوپال نے تحفظ حقوق زوجین کے نام سے ایک قانون اپنی مملکت میں نافذ کیا تھا جس کی نوعیت بھی قریب قریب وہی تھی جو مولوی جلیل الزماں صدیقی صاحب کے پیش کردہ مسودہ کی ہے لہذا مناسب ہوگا کہ صدیقی صاحب کے مسودہ پر غور کرتے وقت اس قانون کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔

(ایڈیٹر)

ملک میں ایک عرصہ سے اس امر کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ جب کبھی نزاع باہمی اختلاف طبائع یا دیگر وجوہ سے مسلمان عورتیں بدرجہ مجبوری رشتۂ نکاح سے آزادی حاصل کرنا چاہتی ہیں تو اُن کو اس میں ایسی دشواریاں پیش آتی ہیں کہ اُن کے سبب سے بسا اوقات نہ صرف اُن کی بلکہ ایک جماعت کثیر کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ حالانکہ مذہب اسلام نے تمام افراد کے حقوق کا یکساں خیال رکھا ہے اور ہر ایک کی جائز و بجا خواہشات کی مساویانہ و منصفانہ رعایت کی ہے اور کبھی کسی حال میں کسی کی حق تلفی نہیں فرمائی اور اسی اصول کے مطابق فقہائے کرام نے بربنائے ضرورت و مصلحتِ وقت مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک پر عمل کرنے کو جائز رکھا ہے اور اسی لحاظ سے قبل ازیں ریاست محروسہ بھوپال میں ایک حکم نافذ و جاری ہو چکا ہے (حکم نمبر ۹ مورخہ ۲۱ جمادی الاول ۱۳۲۳ ہجری مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۰۵ء مطبوعہ ہدایات سلطانی حصہ نمبر ۲) چنانچہ اس سے اس قسم کی مشکلات کا ایک حد تک حل ہو گیا لیکن اس کے سوا اور بہت سی صورتیں ہیں جن کے تدارک مناسب کی ضرورت تسلیم کی گئی ہے۔

چونکہ مذہب حنفی میں اس بات کی اجازت دیگئی ہے کہ باقتضائے ضرورت حاکم کے حکم کے[1] مطابق دیگر ائمہؒ کے مسلک کو اختیار کیا جا سکتا ہے، اس اصول کے تحت میں حالات حاضرہ اور ضروریات موجودہ کی بنا پر منظوری اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہٗ و ملحوظی احکام شرعیہ مندرجۂ ذیل ضابطہ منظور کیا جاتا ہے۔

مختصر نام و تعلق نفاذ مع تاریخ نفاذ	**دفعہ** (۱) جائز ہے کہ یہ "ضابطہ" از نام تحفظ حقوق زوجین موسوم کیا جائے۔

(**الف**) یہ ضابطہ محکمات شرعیہ ریاست بھوپال سے متعلق ہوگا اور

(ب) فوراً نفاذ پذیر ہوگا۔

شوہر مفقود الخبر	**دفعہ** (۲) جب شوہر اپنے مکان سے چلا جائے اور لاپتہ ہو[3] اور اُس نے

اپنی زوجہ کے نان نفقہ کا کچھ انتظام نہ کیا ہو اور زوجہ بوجہ مفقودی شوہر خود استدعائے تفریق پیش کرے تو محکمۂ قضا ثبوت مفقودی[4] و عدم کفالت نان و نفقہ و عدم نشوز کے متعلق زوجہ مفقود سے حلف لینے کے بعد تین ماہ تک تین اشتہار حسب ذیل مضمون کے شائع کریگا۔

"چونکہ فلاں شخص اتنے عرصہ سے لاپتہ ہے اور اس نے اپنی اہلیہ مسماۃ فلاں کی خبر گیری نہیں کی نہ اُس کے نان و نفقہ کا کچھ انتظام کیا، لہٰذا وہ جلد سے جلد اپنی جائے قیام و صحیح پتہ سے محکمہ ہذا کو اطلاع دیکر اپنی زوجہ مسماۃ فلاں کی شکایت کا مناسب انتظام کرے ورنہ حسب مسلک امام مالکؒ اُس کا نکاح فسخ کر دیا جائیگا۔"

توضیح (۱) مسلک امام مالکؒ یہ ہے کہ اگر مفقود[5] نے مال بقدر کفالت نان و نفقہ

---

[1] شامی جلد نمبر ۱ صفحہ ۵۷ [2] شامی جلد ۱ ص ۲۰۷ [3] قاضی خاں جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۹۹ [4] قاضی خاں جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۹۸ [5] صعیدی حاشیہ کفایت الطالب جلد نمبر ۲ صفحہ ۷۰، ۷۱

چھوڑا ہو تو یوم مرافعہ سے چار سال گذرنے کے بعد نکاح فسخ ہو جائیگا۔ ورنہ فوراً طلاق ہو جائے گی.

(۲) اعلان مذکورہ بالعموم جریدہ بھوپال میں یا کسی اور طریقہ سے جو محکمہ قضا بلحاظ حالات متعلقہ مناسب سمجھے شائع کیا جائیگا۔

(۳) حسب طریقہ بالا جو اعلانات[1] شائع ہوں گے ان کے مصارف بشرط امکان شخص مذکور کی جائداد سے وصول کیے جائیں گے۔ ورنہ عورت بصورت استطاعت ادا کرے[2] گی۔ بصورت دیگر معاملہ گورنمنٹ کے سامنے پیش کر کے جریدہ میں مفت اشاعت کا انتظام کیا جائیگا۔

نمبر ۴۔ اگر یہ ثابت ہوگا کہ مفقود نے مال بقدر کفالت زوجہ چھوڑا ہے۔ تو محکمہ قضا سے زوجہ مفقود کو تاریخ درخواست سے چار سال تک انتظار شوہر مفقود کا حکم دیا جائیگا۔

نمبر ۵۔ بصورت عدم ذرائع کفالت تاریخ اشاعت اشتہار آخر سے تین ماہ گذرنے کے بعد اگر پتہ شخص مذکور کا نہ معلوم ہوگا تو محکمہ قضا سے ان زوجین میں تفریق کرادی جائے گی

نمبر ۶۔ اگر چار سال کے انتظار کے بعد بھی شوہر کا پتہ نہ معلوم ہوگا تو محکمہ قضا سے حکم فسخ نکاح صادر کیا جائے گا۔

نمبر ۷۔ بعد صدور حکم فسخ نکاح زوجہ چار ماہ دس دن ایام عدت گزار کر نکاح ثانی کر لینے کی مجاز ہوگی

نمبر ۸۔ اگر شخص مذکور بعد فسخ نکاح و مرور ایام عدت واپس آئے اور اس عورت پر دعوے کرے تو ایسی صورت میں اس کا دعویٰ قابل سماعت نہ ہوگا

دفعہ ۳۔ جن مستورات کے شوہر ان کا نان ونفقہ دینے سے	تفریق بصورت عدم ادائے نان ونفقہ

---

[1] صعیدی جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۷۰ [2] صعیدی نمبر ۲ صفحہ ۷۰ [3] قاضی خاں جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۹۹۔

[4] عبارت مندرجہ دفعہ (۱) توضیح نمبر ۴ و ۵ و ۶ کے لیے کافی ہے [5] صعیدی جلد ۲ صفحہ ۷۰۔

عاجز ہوں اور بوجہ عدم استطاعت ایسا نہ کرسکتے ہوں یا باوجود[1] مقدرت واستطاعت ایسا نہ کرتے ہوں اور اُس پر اُن کا اصرار ہو تو مستورات آخرالذکر بھی نان ونفقہ سے محروم ہونے کی وجہ سے اہلِ عسرت شوہروں کی زوجات کے مثل سمجھی جائیں گی اور ان کی ایسی شکایات پیش ہونے پر شوہروں کو حکم ادائے نان ونفقہ میعادی سہ ماہ محکمۂ قضا سے دیا جائے گا اور یہ حکم صادر کیا جائے گا کہ بصورت عدم تعمیل فلاں تاریخ مقررہ کے بعد فیما بین اوس شوہر اور اُس کی زوجہ کے تفریق کردی جائیگی"

توضیح ۔ اس تفریق کے بعد ایسی عورت کا نکاحِ ثانی حسب قواعد شرعیہ ہو سکیگا۔

| نان ونفقہ کا تعین |

دفعہ (۴) نان ونفقہ کی مقدار کا تعین ہر صورت میں نفقہ دہندہ[2] کی حیثیت اور ذرائع آمدنی کے لحاظ سے محکمۂ قضا کریگا، اور آیندہ ذرائع آمدنی کی کمی وبیشی پر بصورت عذرداری مقدار مقررہ میں کمی بیشی ہو سکے گی۔

| تفریق بصورت امراض |

دفعہ (۵) اگر کسی عورت کی جانب سے اُس کے شوہر کی نسبت یہ شکایت پیش ہو کہ اُس کا شوہر عنین[3] یا مجذوم یا مبروص ہے اور اس بنا پر استدعا تفریق کی جائے تو حسب قواعد شرعیہ ایک[4] سال کی مہلت علاج کے واسطے شوہر کو دیجائے گی اگر اس مدت میں شوہر صحتیاب نہ ہو تو حسب استدعا زوجہ محکمۂ قضا سے فیما بین تفریق[5] کردی جائے گی۔

توضیح (۱) بصورت بالا تفریق کے لیے شرط ہے کہ عورت اپنی درخواست میں لکھدے کہ وہ اپنے زرِ مہر[6] اور ایام عدت کے صرفہ سے دست بردار ہوتی ہے اور اُس کا مطالبہ نہ کریگی۔ بشرطیکہ یہ امراض نکاح کے بعد پیدا ہوئے ہوں اور عورت بھی رتقاء و قرناء نہ ہو

۱؎ منہاج مع شرح المحلی صفحہ ۱۶۹، ۸۷ و صفحہ ۴ سطر ۱ ۲؎ ہدایہ اولین صفحہ ۴۱۰۔ ۳؎ شرح کفایت الطالب جلد نمبر ۲ صفحہ ۶۸۔ ۴؎ ہدایہ اولین صفحہ ۴۰۰ ۵؎ ہدایہ اولین صفحہ ۴۰۱ ۶؎ صعیدی جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۶۸۔

(۲) اگر امراض مذکورہ مرد میں قبل نکاح تھے اور بوقت نکاح چھپائے گئے تو اس عورت میں عورت تفریق کے ساتھ مہر پانے کی مستحق ہوگی لیکن اگر قبل نکاح مرد کے ان امراض میں مبتلا ہونے کا عورت کو علم تھا تو عورت کو تفریق حاصل کرنے کا حق ہوگا۔

| تفریق بصورت نفرت زوجین | دفعہ (۶) اگر کسی عورت کی جانب سے اس کے شوہر[1] کے مجبوب

ہونے کی بنا پر استدعائے تفریق پیش ہو اور شوہر نکاح کے بعد مجبوب ہوا ہو، یا قبل نکاح تھا اور عورت کو اس کا علم نہ ہوا تھا تو ثبوت مجبوبیت پر بلا مہلت تفریق کردی جائے گی، اور مہر بھی بذمہ شوہر واجب الادا ہوگا۔ اس کے علاوہ ہر وہ عیب[2] جو باعث نفرت زوجین ہو اور اس سے مقصد نکاح حاصل نہ ہوتا ہو۔ اختیار فسخ کو واجب کردیگا۔

توضیح :- اگر باوجود علم کے کہ شوہر مجبوب ہے عورت نکاح پر بیان دے چکی ہو تو عورت کا حق تفریق[3] باطل ہوگا۔

| قاضی کا اختیار تفریق | دفعہ (۷) محکمۂ قضاء کو تفریق کرانے کا اختیار ان وجوہ کے علاوہ کہ شوہر

زوجہ سے ہمیشہ بدسلوکی کرتا ہے، یا اس نے شرائط نکاح کی تکمیل نہیں کی یا زوجین باہمی رحمت ومودت نہیں رکھتے، اس صورت میں بھی ہے کہ قبل نکاح احد الزوجین امراض لاعلاج میں مبتلا تھے۔

| عورت کو طلاق مانگنے کا حق | دفعہ (۸) اگر زوجہ اس بنا پر استدعائے تفریق پیش کرے کہ اس کا

شوہر چار سال یا اس سے زائد مدت کی سزا پاکر قید ہوگیا ہے اور بوجہ تنگدستی وافلاس شخص مقید اپنی زوجہ کے نان ونفقہ وغیرہ کی کفالت نہیں کرسکتا تو اسکی حالت معسر کی سی سمجھی جائے گی اور اسی کے مطابق تحت احکام شرعیہ محکمۂ قضاء سے ایسے زوجین کے مابین تفریق کردی جائے گی اور زوجہ کو

---

[1] ہدایہ اولین صفحہ ۴۰۱۔

[2] کتاب زاد المعاد جلد ثانی صفحہ ۳۴۲ و ۱۳۷۔ [3] ہدایہ اولین صفحہ ۴۰۱۔

حسب احکام شرعیہ اجازت نکاح ثانی دیدی جائے گی۔

توضیح ۔ (۱) صرف مفلسی کے عذر پر کوئی شخص اپنی زوجہ کو نفقہ دینے سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ شخص محنت کر کے معاش حاصل کر سکتا ہے اور ضعیف و نحیف نہیں ہے تو اس پر اپنی زوجہ کے لیے نفقہ مہیا کرنا فرض ہے بصورت دیگر عورت طلاق کی مستحق ہو گی

(۲) حسب ذیل صورتوں میں جو مانع رحمت و مودت[۱] ہیں عورت طلاق مانگنے کی مستحق ہو جاتی ہے

(الف) جبکہ شوہر کا شرائط نکاح پورا کرنے سے قولاً و عملاً انکار پایا جائے ۔

(ب) جب اس کو معلق کر دے اور نفقہ نہ دے ۔

(ج) جب اس سے بھیک منگوائے ۔

(د) جب کسی طرح اس کے پاس نہ جائے ۔

(ہ) جب اس سے ایسی مزدوری کرائے جو اس کی کسر شان یا آبروریزی کا باعث ہو۔

(و) جب وہ متعدد زوجات رکھتا ہو اور سب سے برابری و انصاف نہ کرتا ہو۔

(ز) جب وہ ہمیشہ زوجہ پر ظلم و جور کرتا ہو اور مار کر ضرر جسمانی پہنچاتا ہو۔

توضیح نمبر ۳ ۔ مذکورۂ بالا صورتوں میں فیصلہ کنندہ کی رائے یا تجویز پر انحصار ہوگا اور وہ مجاز ہوگا کہ کسی ایک وجہ کو جو حقوق زوجیت کی ادائی میں مانع ہو لحاظ احکام شرعیہ سبب فسخ قرار دے۔

عورت کا مرد سے طلاق لینا۔ یا مرد کا عورت کو طلاق دینا

دفعہ ۹ ۔ اگر کسی شخص کی ایسی شکایت پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ جس عورت سے اس کا نکاح ہوا ہے وہ قبل نکاح مرض جنون یا مرض جذام یا برص یا مرض اندام نہانی میں مثل قرن یا رتق کے مبتلا تھی اور شوہر کو ایسے کسی مرض کا علم نہ تھا۔ نہ وہ اس پر رضامند تھا۔ تو بصورت طلاق شوہر حسب مسلک امام مالکؒ صرف ایک ۔ ربع دینار عائد ہوگا

---

[۱] کتاب زاد المعاد جلد ثانی صفحہ ۲۳۳

بقیہ مہر ساقط ہوگا۔

توضیح (۱) امام احمدؒ کے بعض شاگردوں نے زن وشوہر کے چند دیگر امراض کو بھی ان ہی امراض میں شامل کیا ہے، جن کے سبب سے مرد زوجہ کو طلاق دے سکتا ہے یا زوجہ مرد سے طلاق لے سکتی ہے اور وہ امراض حسب ذیل ہیں :-

۱- نتن الفرج (اندرونی گندگی)۔

۲- نتن الفم- (گندہ دہنی)

۳- انخراق مجری البول

۴- اندام نہانی کے بہنے والے زخم

۵- بواسیر-

۶- ناسور

۷- استحاضہ

۸- استطلاق البول

۹- احدالزوجین کا خنثیٰ مشکل ہونا

توضیح (۲) مذکورہ بالا صورتوں میں طرفین کو بہ تعجیل اختیار تنسیخ نکاح حاصل ہے یعنی جب زوجہ وشوہر کو معلوم ہوجائے[۱] کہ ان میں سے ایک اس قسم کے کسی مرض میں مبتلا ہے تو مرافعہ باستدعا[۲] تنسیخ نکاح محکمۂ قضا میں پیش ہوگا، لیکن لازم ہے کہ ایسا مرافعہ بہت جلد عمل میں لایا جائے -، اگر تاخیر بیجا ہوگی تو گمان غالب ہوگا کہ طرفین نے اس حالت کو قبول کرلیا تھا- یا حق تنسیخ سے دست بردار ہوگئے تھے

(۳) بجانب مرد یا زوجہ بتقاضائے حالات استدعائے تفریق پیش کئے جانے پر اگر محکمۂ قضاء کی

---

۱ و ۲ قاضی خاں جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۸۸

رائے میں باتباع تصریحات مذکورہ تفریق ضروری متصور ہو تو محکمۂ مذکور حسب حکم شرعی تحت ضابطۂ نافذ الوقت گورنمنٹ سے حکم حاصل کرکے تنسیخ نکاح کا حکم صادر کرنیکا مجاز ہوگا۔[illegible]

ضابطہ بصورت عدم حاضری

دفعہ (۱۰) اگر کوئی شخص بضرورت تکمیل اغراض انصاف محکمۂ قضاء کی طلبی پر حاضر نہ ہو یا تعمیل سمن سے گریز کرے یا روپوش ہو تو ایک نوٹس اس مضمون کا رجسٹری شدہ دیا جائیگا کہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہوکر جواب دہی کرے، بصورت دیگر یکطرفہ فیصلہ کیا جائیگا۔

محکمۂ قضا کے فیصلہ کی نظرثانی

دفعہ (۱۱) محکمۂ قضاء کے فیصلہ کی نظرثانی تاریخ فیصلہ سے ساٹھ دن کے اندر محکمۂ قضاء میں بمعیت محکمۂ افتا ہو سکے گی، قاضی صاحب و مفتی صاحب کے اتفاق رائے کی صورت میں فیصلہ ناطق ہوگا، بصورت اختلاف موصوف الیہم معاملہ مجلس العلماء میں پیش ہوکر کثرت رائے سے اس کا فیصلہ کیا جائیگا۔

تنازعات زوجین کے لیے حکم کے مقرر کرنیکا ضابطہ

دفعہ (۱۲) محولۂ بالا صورتوں کے علاوہ زوجین کے دیگر تنازعات باہمی کے تصفیہ کے لیے ایک ایک حکم بملحوظی احکام شرعیہ اور ایک ثالث محکمۂ قضاء سے مقرر کیا جائے گا۔[illegible] جسکا تصفیہ ناطق اور واجب التعمیل ہوگا اور ضابطہ حسب دفعہ (۱۰) یہ ہوگا کہ نوٹس رجسٹری شدہ دیا جائے گا کہ فریق ثانی تاریخ مقررہ پر حاضر ہوکر خود جواب دہی کرے بصورت دیگر یک طرفہ فیصلہ کیا جائے گا، اور کوئی عذر قابل سماعت نہ ہوگا۔

[illegible] شامی جلد نمبر ۱ صفحہ ۵۶ [illegible] بحکم قرآن فابعثوا حکما الخ [illegible] بیضاوی شریف صفحہ ۱۸۳

کلام القرآن

از

جناب مولوی ابوالرشید محمد عبد اللہ صاحب وکیل ہائیکورٹ۔ ناندیڑ

ماہ رجب ۱۳۵۲ھ کے ترجمان القرآن میں دکن کے مشہور مضمون نگار مولانا ابو الخیر خیر اللہ صاحب نے عنوانات بالا کے تحت چند آیات قرآن شریف نموتناً پیش فرما کر یہہ رائے ظاہر فرمائی ہے کہ ان آیات شریفہ کا استعمال روزمرہ کے طور پر کیا جائے تو نا واقف بھی قرآن شریف کے معانی و مطالب سے واقف ہوجائیں گے۔ فی الحقیقت یہہ ایک عمدہ رائے ہے۔ میں بھی ایک عرصہ سے اس رائے کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ چنانچہ میں نے قرآن شریف کے بیشتر حصہ سے ایسی آیات کا انتخاب کرلیا ہے۔ اور میرا ارادہ ہے کہ خاص خاص عنوانات کے تحت ان آیات کو ایک رسالہ کی شکل میں ترتیب دوں تاکہ یہہ آیات تبرکہ عوام میں رائج ہوں۔ مولانا ابو الخیر صاحب نے انہی آیات کا انتخاب فرمایا ہے جو روزمرہ کے طور پر استعمال کی جاسکتی ہیں مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس مضمون کو وسعت دیکر اس میں ایسی آیات کا انتخاب بھی کیا جانا مناسب ہوگا جن سے اخلاق کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ میرے انتخاب میں یہہ امر بھی پیش نظر رہا ہے۔ میں اپنی منتخب کردہ چند آیات نموتناً پیش کرتا ہوں۔ آپ مناسب سمجھتے ہوں تو ترجمان القرآن میں اسکو طبع فرمادیجے۔

۱۔ یَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ	اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے
۲۔ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ	اچھا اور برا برابر نہیں ہوسکتے۔

۳۔ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ	یہ ایسا وعدہ ہے جو ہرگز جھٹلایا نہیں جائیگا
۴۔ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ	کیا تم میں کوئی عقلمند آدمی نہیں ہے۔
۵۔ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ	ہم جو چاہتے ہیں وہ تم کو معلوم ہے
۶۔ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ	صبر اچھی چیز ہے۔
۷۔ وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ	تم نے جو مانگا وہ اُس نے تم کو دیا۔
۸۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ	جس بات کا تم کو علم نہو اُس کے پیچھے مت پڑو
۹۔ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ	جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں
۱۰۔ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ	وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں۔
۱۱۔ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ	تم جو چاہو کرو۔
۱۲۔ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ	اس میں وہ سب کچھ ہے جو دل چاہتا ہے۔
۱۳۔ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ	اگر تم بھلائی کروگے تو اپنے ہی بھلے کروگے۔
۱۴۔ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا	زمین پر اکڑ کر مت چلو۔
۱۵۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ	فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔
۱۶۔ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ	اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو۔
۱۷۔ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ	اپنی آواز کو پست کرو۔

قواعد و نرخنامۂ اشتہارات

مقدار	ایک ماہ	۳ ماہ	۶ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	عــہ	صعــہ	صعــہ	لــہ
نصف صفحہ	ــے	صعــہ	صعــہ	صعــہ
ربع صفحہ	ــعہ	عــہ	اوعــہ	صعــہ

- کوئی خلاف شریعت یا خلاف تہذیب اشتہار شائع نہ کیا جائے گا۔
- اشتہار کی اشاعت سے پہلے اجرت پیشگی وصول ہونی ضروری ہے۔

۳۔ صرف وہی چربے قبول کئے جائیں گے جو اس رسالہ کی وضع و ہیئت کا لحاظ رکھ کر تیار کئے گئے ہوں۔

۴۔ نرخنامہ میں کسی قسم کی ترمیم نہیں کی جائے گی۔

۵۔ ٹائیٹل کے صفحات کی اُجرت عام نرخنامہ کی بہ نسبت ۲۵ فیصدی زیادہ ہوگی۔

Registered No. M. 2950

رجسٹر نمبر آصفیہ (۱۲۰)

قواعد

رسالہ ترجمان القرآن بالعموم ہر ہجری مہینے کی ۱۵ ر تاریخ کو شائع ہوا کریگا مہینہ کی ۲۵ ر تاریخ تک جن حضرات کے پاس پرچہ نہ پہنچے وہ دوبارہ لکھکر منگواسکتے ہیں ختم ماہ کے بعد دوسرے مہینے کی ابتدا میں جن خریداروں کی شکایات موصول ہوں گی انکو پرچہ قیمتاً دیا جائیگا

رسالہ کی موجودہ قیمت میں کسی قسم کی رعایت ممکن نہیں ہے۔ لہذا کوئی صاحب رعایت کا مطالبہ نہ کریں۔

خریداروں کو دفتر سے مراسلت کرنے میں ہمیشہ نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دینا چاہئے لیکن یہ لحاظ رہے کہ رجسٹر نمبر اور چیز ہے اور نمبر خریداری اور چیز

اشاعت کیلئے مضامین اور حل طلب شکوک تمام ایڈیٹر کے نام سے بھیجے جائیں لیکن ایڈیٹر پر لازم نہیں ہے کہ ہر چیز شائع کرے

منیجر ترجمان القرآن

(خیریت آباد (حیدرآباد دکن)

طابع و ناشر۔

ابوالاعلیٰ مودودی

مطبوعۂ اعظم اسٹیم پریس چار مینار حیدرآباد دکن